ات رمضان

از

مولانا محمد منظور نعمانی

الفرقان بکڈپو، ۳۱۔ نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ

برکاتِ رمضان

(جس میں)

ماہِ مبارک رمضان اور اس کے اعمالِ خیر روزہ تراویح اور
اعتکاف لیلۃ القدر سحور و افطار اور عید الفطر وغیرہ کے متعلق قرآن و حدیث
میں وارد شدہ فضائل و برکات اور ترغیبات و
ترہیبات کو جمع کیا گیا ہے

از۔ مولانا محمد منظور نعمانی

ناشر:۔ کتب خانہ "الفرقان" ۳۱، نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

ایڈیشن جون ۱۹۸۱ء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک ہزار

مطبوعہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سرفراز قومی پریس لکھنؤ

کتابت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ظہیر حیدر لکھنوی

قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ روپے

ناشر

کتب خانہ الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی
(نظیر آباد) لکھنؤ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندوں کی فلاح و سعادت کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبروں کی دعوت و تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مانیں اور اس کے ساتھ ظاہر و باطن میں وہ تعلق قائم کریں جو عبد کا معبود کے ساتھ ہونا چاہیئے ۔ شریعت کے احکام و مطالبات میں عبادات کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عبد و معبود کے اس تعلق کے اظہار کا ذریعہ بھی ہیں اور اُن سے اس تعلق میں ترقی اور اس کا نشوونما بھی ہوتا ہے ۔ مثلاً نماز اس تعلق کو ظاہر بھی کرتی ہے اور اس کو بڑھاتی بھی ہے اسی طرح زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ بندہ عملی طور پر اس حقیقت کا اظہار بھی کرتا ہے کہ میری ذات اور میری ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور وہ جہاں اسکے صرف کردینے کا حکم دے میں اسکے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا طلبی میں وہیں اسکو صرف کرنے اور قربان کرنے کے لئے تیار ہوں اور اسی کے ساتھ اس زکوٰۃ و صدقہ سے اُس کے اس تعلق عبدیت میں بلاشبہ ترقی بھی ہوتی ہے ۔

اسی طرح حج کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی اور اس کے ساتھ بندگی والی محبت و گرویدگی کا مظاہرہ بھی کرتا ہے اور اگر حج شعور و نیت اور جذبہ کے ساتھ ہو تو بلاشبہ وہ عبدیت و محبت کے اس تعلق میں بے حساب اضافہ کا ذریعہ بھی بنتا ہے ۔

یہی حال روزہ کا ہے روزہ کے ذریعہ بندہ اپنے اس حال کا اظہار بھی کرتا ہے کہ کھانے پینے جیسے اپنے فطری مطالبات کے بارہ میں بھی وہ آزاد اور خود مختار نہیں ہے بلکہ زندگی کے ان

ضروریات کے دائرہ میں بھی وہ اللہ کا بندہ اور اس کے احکام کا تابع ہے، جب کھانے پینے کی اجازت ہو تو کھا پی سکتا ہے اور جب تک اجازت نہیں ہوتی وہ روٹی کا ایک نوالا اور پانی کا ایک گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہیں اتار سکتا، اور اسی کے ساتھ روزہ اس بندگی والی زندگی کا خوگر بنانے والا اور نفسانی خواہشات کے مقابلہ میں خداوندی احکام کی پیروی کا ملکہ پیدا کرنے والا ایک عمل بھی ہے۔ بشرطیکہ یہ روزہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں اور آخرت کے اجر و ثواب کی نیت سے ہو صرف رسم و عادت اور ماحول کے اثر سے نہ ہو۔

بہرحال نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یہ چاروں عبادتیں اس خصوصیت میں مشترک ہیں کہ ان سے بہترین طریقہ پر عبدیت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور عبدیت والی زندگی، اور باطن میں عبدیت والی کیفیت کے پیدا کرنے اور اس کو ترقی دینے کا یہ ذریعہ بھی ہیں۔۔۔ اور اسی وجہ سے ان کو اسلام کا بنیادی رکن بنایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگلی امتوں کی شریعتوں میں بھی ان چاروں عبادتوں کا درجہ قریب قریب یہی رہا ہے۔

سورۂ بقرہ کی جس آیت میں امت محمدیہ کے لئے روزہ کی فرضیت کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس میں روزہ کی اس تاثیر اور خاصیت کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ روزہ اگلی امتوں پر بھی اسی طرح فرض کیا گیا تھا۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا	گئے جس طرح ان امتوں پر فرض کیے گئے
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ	تھے جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں، تاکہ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ (البقرہ)   تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔

امتِ محمدیہ پر سال میں پورے ایک مہینہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں، یہ گویا اس اُمت کے لئے عبدیت اور تقوے والی زندگی پیدا ہونے کا عمومی نصاب ہے اور یہ بات ہر غور کرنے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ روزے رکھنے سے تقویٰ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

غور فرمائیے! روزہ کیا ہے؟ طلوع صبح سے لیکر غروب آفتاب تک صرف اللہ کی رضا اور رحمت کی طلب میں نہ کھانے نہ پینے اور جنسی لذت حاصل نہ کرنے کی پابندی اپنے اوپر عائد کر لینا اور پورا دن اس پابندی کے ساتھ گزار دینا، بھوک لگنے کے باوجود اللہ کے لئے نہ کھانا سخت پیاس لگنے کے باوجود کچھ نہ پینا، نفس کے سخت تقاضے کے باوجود جنسی لذت کے عمل سے کنارہ کش رہنا بس فی سبیل اللہ مجاہدہ اور نفس کشی کا نام روزہ ہے، اب جو شخص دل و دماغ کے شعور کے ساتھ صرف اللہ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اور اسکی رضا و رحمت حاصل کرنے کی توقع میں یہ مجاہدہ پورے تیس ۳۰ یا انتیس ۲۹ دن مسلسل کرے تو ظاہر ہے کہ اسمیں یہ استعداد پیدا ہو جائے گی اور یہ ملکہ اس کو حاصل ہو جائے گا کہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں وہ نفس کی ہر خواہش کو دبا سکے اور جب نفس کی خواہش اور شریعت کے حکم میں تصادم ہو تو وہ شریعت ہی کی پیروی کرے اور اسی کا نام تقویٰ ہے۔

پھر روزہ کی تقوے آفرینی کی اس تاثیر کو اور بڑھانے کے لئے رمضان مبارک کی راتوں میں بھی قیام و عبادت کا ایک خاص نظام (تراویح کی شکل میں) قائم کر دیا گیا ہے اور اسکے علاوہ بھی اُمت کو پورے مہینہ کے دنوں اور راتوں میں کثرتِ عبادت اور کثرتِ ذکر و تلاوت اور عام حسنات کی تکثیر کی ترغیب دی گئی ہے اور معصیات کے علاوہ لغو و لایعنی باتوں سے حتیٰ کہ شور و شغب کرنے سے بھی بچنے

کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے۔ ان تمام امور کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ناظرین کرام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

ذرا تصور کیا جائے کہ اگر آج کی دنیا میں کہیں کوئی بستی ایسی ہو جہاں کے عام مسلمان رمضان کا پورا مہینہ اُس طرح گزارتے ہوں جس طرح گزارنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، تو اس بستی کا نقشہ کیا ہوگا؟ وہاں کیسا رُوحانی سکون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کس شان سے اُس بستی پر برسیں گی؟ ــــ اور کیا فرشتوں کے پرے کے پرے اُس بستی کی اور اس میں رہنے والے صاحب ایمان بندوں کی زیارت کے لئے آسمان سے نہ اتریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی قدر پہچاننے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

یہ رسالہ "برکات رمضان" اب سے قریباً ۱۵ سال پہلے لکھا گیا تھا اور اس زمانہ میں "الفرقان" میں اور الگ بھی شائع ہوا تھا، پھر عرصہ سے نایاب ہو گیا تھا، یہ اُس کا دوسرا اڈیشن ہے اس میں ۴ صفحے کے اس مقدمہ کے علاوہ آخر میں ۱۶ صفحے کے ایک مستقل مقالہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے اور میری اس حقیر محنت کو قبول فرما کر میری مغفرت اور نجات کا ذریعہ بنائے، وہ نکتہ نواز چاہے تو کسی بندہ کو ایک نکتہ پر بخش دے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

رمضان مبارک ۱۳۷۷ھ

ماہ رمضان کی عظمت
اور
اس کی برکات

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

اس مبارک مہینہ کی سب سے بڑی اور اصولی فضیلت تو وہی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے یعنی یہ کہ اس میں اللہ کا مقدس کلام اور آخری پیغام نازل ہوا جس نے ہمیشہ کے لئے نجات کی راہ اور حق کے راستہ کو روشن کر دیا اور جس کے ذریعہ لوگوں پر سعادت کے دروازے کھول دیے گئے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۝

فی الحقیقت جس موسم اور جس مہینے میں اللہ پاک کا اتنا بڑا لطف و کرم اپنے بندوں پر ہوا ہو اس سے زیادہ معظم اور محترم مہینہ اور ہو بھی کون سکتا ہے۔ کسی عاشق مزاج سے پوچھیے کہ بتلاؤ کون دن اور کون زمانہ سب سے بہتر ہے وہ اگر جذباتِ عشق کا سچا سرمایہ دار ہوگا تو یہی

کہے گا کہ جس دن اور جس زمانہ میں محبوب کی نظرِ کرم میری طرف متوجہ ہو اور وہ مجھے مثلاً اپنی دید یا ہم کلامی کا شرف بخشے یا مقامِ قرب ہی سے نوازے

خوشا وقتے وخرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

علیٰ ہذا اگر آپ اس سے یہ پوچھیں کہ بتلاؤ کون سی بستی اور کون سا شہر سب سے اچھا ہے؟ تو وہ یہی جواب دے گا کہ جہاں میرا محبوب بستا ہے۔ عارف رومی نے کہا ہے ؎

گفت معشوقے بعاشق کے فتا! | تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدامے شہر زانہا خوشتر است | گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

بہر حال رمضان مبارک کا سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ خدا کی رحمت کی آخری اور مکمل قسط نجات وفلاح کا دستور اور حیات ابدی کا قانون بن کر، قرآن کی شکل میں اسی مبارک مہینہ میں نازل کی گئی یعنی اس ماہِ مبارک میں اس کا نزول شروع ہوا[ع]۔ اب احادیث میں اس مہینہ کی جو اور برکتیں وارد ہوئی ہیں وہ سب درحقیقت اسی بنیاد پر مبنی ہیں،

ع کمارواہ البیہقی واختارہ ابن اسحاق، راجع فتح الباری۔

یعنی اِن برکتوں اور فضیلتوں کے ساتھ اِس مہینے کو اسی واسطے خاص کیا گیا ہے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے ـــــــ اور چونکہ قرآن کا نزول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اور آپ ہی اس نعمتِ الٰہی کی پوری طرح قدر پہچاننے والے تھے اس لیے رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا احساس بھی آپ کو بے حد و حساب ہوتا تھا جس کا کچھ اندازہ آپ کے اس ارشاد سے کیا جاسکتا ہے کہ "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے" (ترغیب و ترہیب" بحوالہ ابن خزیمہ، و بیہقی و ابوالشیخ۔)

رمضان مبارک کے فضائل و برکات کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث "ترغیب و ترہیب" میں روایت کی گئی ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) رمضان مبارک کی برکات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مستقل خطبہ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک خطبہ دیا تو فرمایا :۔

اے لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینہ کے روزے اللہ تعالےٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کی نماز (تراویح) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے۔) جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اُس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اُس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اُس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اُس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اسی کو روزہ دار کی برابر ثواب دیا جائے گا اور یہ محض خدا کی طرف سے فضل ہوگا، یہ نہیں کہ روزہ دار

کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس افطار کرانے والے کو ثواب دیا جائے (بلکہ روزہ دار کو اپنے روزہ کا ثواب پُورا پُورا ملے گا) اس پر بعض حاضرین نے عرض کیا، حضور! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس ثواب عظیم سے محروم رہیں گے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا چھوارے کے ایک دانہ پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر ہی کسی کو افطار کرادے (یعنی پیٹ بھر کھلانے پر یا کسی اچھی چیز سے روزہ افطار کرانے پر موقوف نہیں)۔

(پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا) اس مہینہ کا ابتدائی حصّہ باعثِ رحمت اور دوسرا حصہ باعث مغفرت اور آخری حصہ نارِ جہنم سے آزادی کا سبب ہے جو شخص اپنے غلام و خادم سے اس مہینہ میں کام ہلکا لے گا اللہ تعالےٰ اُس کے گناہ بخشدیں گے اور اُس کو جہنّم کی آگ سے آزاد کر دیں گے۔ پس تم رمضان کے مہینہ میں چار کام زیادہ کیا کرو، دو وہ جن سے تم اپنے مالک

کو راضی کر سکو گے اور دو وہ جن کی تم کو خود احتیاج ہے
سو پہلے دو کام (جن سے اللہ کی رضا تم کو حاصل ہو گی)
یہ ہیں کہ خدا کی وحدانیت کی شہادت دو اور اسی سے
اپنے گناہوں کی مغفرت و معافی طلب کرو (یعنی کلمۂ
توحید اور استغفار کی اس مہینہ میں کثرت رکھو) اور دوسری
دو (جن کی تم کو ضرورت ہے۔) یہ ہیں کہ اس سے جنت
کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو ۔ اور جو شخص
کسی روزہ دار کو اس مہینہ میں پانی پلائے گا، اللہ
تعالےٰ اس کو میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب
فرمائیں گے کہ پھر جنت میں داخل ہونے تک اس کو پیاس
نہ لگے گی۔ (صحیح ابن خزیمہ و بیہقی)

(ف) آں حضرت صلعم کے اس خطبۂ مبارکہ میں چند جز ایسے ہیں جن کی
طرف ناظرین کو ہم خصوصی طور سے توجہ دلانا چاہتے ہیں اور بعض
اجزاء کسی قدر توضیح و تشریح کے بھی محتاج ہیں۔ اس واسطے ذیل
کے چند کلمات حوالۂ قلم ہیں۔

(۱) اس خطبہ میں حضور نے ماہ رمضان کو "شہر عظیم" اور "شہر
مبارک" (یعنی عظمتوں اور برکتوں والا مہینہ) فرمایا ہے اور اس کی ایک

رات (شب قدر) کو ہزار مہینوں سے بہتر بتلایا ہے (اور یہ صراحتہً قرآن مجید میں بھی مذکور ہے) بہر حال حضور کے یہ دونوں ارشاد سرسری طور پر سن لینے یا پڑھ کر گزر جانے کے نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ اہل ایمان حضور کے ان دونوں جملوں کی روشنی میں ماہ رمضان اور لیلۃ القدر کی عظمتوں اور برکتوں کا دھیان کریں۔ اور اس پر یقین کو دل میں بٹھائیں۔ رمضان اور شب قدر کی برکات اور اس کی رحمتوں سے بہرہ ور ہونے کے لیے یہ دھیان اور یہ یقین شرط اول ہے۔

(۲) علیٰ ہذا حضور کا یہ ارشاد کہ اس ماہ مبارک میں نفل عبادات کا ثواب بھی اتنا کر دیا جاتا ہے جتنا کہ دوسرے زمانہ میں فرائض کا ثواب ہوتا ہے، اور فرضوں کا ثواب دوسرے دنوں کے ستر فرضوں کے ثواب کے بقدر کر دیا جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ دھیان کے ساتھ اس چیز کا یقین بھی دل میں بٹھایا جائے۔ اور اللہ کے اس خصوصی کرم پر پورا بھروسہ کیا جائے کہ اس ماہِ مبارک میں مثلاً دو رکعت نفل نماز پڑھنے کا ثواب دوسرے دنوں کے دو رکعت فرض کی برابر[عہ]، اور دو رکعت فرض نماز کا ثواب دوسرے دنوں کی ۱۴۰ فرض

عہ۔ واضح رہے کہ فرض و نفل عبادات کے ثواب میں بے حد و انتہا فرق ہے یعنی فرائض کا ثواب نوافل سے بدرجہا زائد ہے۔

رکعات کے برابر وہ عطا فرمائیں گے۔ ایسے ہی ذکر و تسبیح اور تلاوت قرآن وغیرہ عبادات کے متعلق سمجھنا چاہیئے۔ اور اسی پر مالی عبادات کو قیاس کرنا چاہیئے۔ مثلاً جو شخص اس ماہِ مبارک میں دس روپے زکوٰۃ کے نکالے گا، یقین کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرمائیں گے جس قدر کہ دوسرے دنوں میں زکوٰۃ کے سات سو روپے نکالنے کا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی غریب کمزور کی کسی طرح مدد کرے گا، کسی مسکین، یتیم، لاوارث یا بیوہ پر اس مبارک مہینہ میں ترس کھائے گا اور اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے گا تو اُس کو بھی اللہ تعالیٰ اس نیک سلوک کا دوسرے دنوں کے حساب سے ستر گنا زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے — علیٰ ہذا دین کی خدمت کا کام، مثلاً تبلیغ اور لوگوں کو راہ خدا کی طرف لانے اور اُن میں دین اور تقویٰ پھیلانے کی کوشش کرنے کا جتنا اجر و ثواب عام دنوں میں مقرر ہے یقین کرنا چاہیئے کہ اس ماہِ مبارک میں اتنی ہی کوشش اور اتنی ہی محنت و قربانی کا اجر و ثواب انشاء اللہ اُس سے ستر گنا زیادہ ملے گا، اور اللہ مالک الملک ہے اس کے خزانوں میں کوئی تنگی نہیں، نکتہ نواز کریم اور فعال لما یرید ہے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔

(۳) علیٰ ہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تصریحات پر بھی دھیان

کرنا چاہیئے کہ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ کسی کھانے پینے کی چیز سے کھلوائے گا اللہ تعالیٰ اس کو روزہ دار کی برابر اجر و ثواب عطا فرمائیں گے اور اس کے گناہ معاف کر کے اس کو آتش دوزخ سے آزادی دیدیں گے اور جو کوئی اپنے روزہ دار غلام اور خادم سے اس مہینہ میں کام کم لے گا اس کو آرام دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بھی گناہ معاف کر کے دوزخ سے اس کو آزادی دے دیں گے۔ لیکن یہ بہرحال ملحوظ رہنا چاہیئے کہ اس قسم کی ترغیبات اور بشارات کا مقصد یہ نہیں ہوتا ہے کہ خواہ کوئی بندہ اپنے ذاتی عمل کے لحاظ سے کیسا ہی فاسق و فاجر اور خدا کا باغی ہو لیکن اگر وہ یہ کام کرے گا تو اس کو معافی اور دوزخ سے آزادی ضرور ہی حاصل ہو جائے گی۔

جو لوگ حدیث و قرآن کے طرز بیان کے بارہ میں کوئی بصیرت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس قسم کے وعدوں کے استحقاق کے لئے ایمان اور ایک درجہ کا صلاح و تقویٰ ضروری ہے۔

(۴) اس خطبہ میں فرمایا گیا ہے کہ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار اس مہینہ میں محض اللہ کے حکم سے اور اس کی رضا کے لئے اپنی مرغوبات چھوڑ کے اور اپنی اعلیٰ خواہشات روک کے صبر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صبر اور ضبط نفس اور

راحت و خوش عیشی کی اس قربانی کے بدلہ میں جنت کی راحتیں اور لذتیں اس کو عطا فرمائیں گے۔

(۵) ایک بات اس خطبہ میں یہ بھی فرمائی گئی ہے کہ "یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے۔" اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اس مہینہ میں ہر شخص کو بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف کا تجربہ ہوتا ہے تو اس کو اس کا احساس ہوتا ہے کہ میرے جن بھائیوں کو ناداری کی وجہ سے فاقے ہوتے ہیں اور اللہ کے جو بندے افلاس اور غربت کی وجہ سے دو دو چار چار وقت بھوک کے ساتھ گزارتے ہیں ان پر کیسی گزرتی ہوگی۔ اور یہ احساس اُن میں ہمدردی و غم خواری کے جذبہ کو پیدا کرتا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس مہینہ میں خصوصیت سے دوسروں کی ہمدردی اور غمخواری کرنی چاہیئے۔ گویا کہ یہ بھی رمضان المبارک کے خاص اعمال خیر میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ ہے۔

(۶) ایک چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں یہ ارشاد فرمائی ہے کہ "اس مبارک مہینہ میں رزق میں زیادتی اور برکت کر دی جاتی ہے۔" میرے خیال میں تو سب ہی اہل ایمان کو اس کا تجربہ ہوگا کہ رمضان مبارک میں ان کو جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانا پینا ملتا ہے یقیناً بقیہ گیارہ مہینوں میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔ خواہ ظاہر اسباب

میں اس کی وجہ کوئی ہوتی ہو، نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم اور اُن کی رحمت و برکت عموماً ظاہری اسباب ہی کے پردہ میں جلوہ گر ہوا کرتی ہے۔ بہرحال رزق میں زیادت و برکت تو اللہ کے اُن سب ہی بندوں کا مشاہدہ اور تجربہ ہے جن کے لئے رمضان رحمتیں اور برکتیں لے کر آتا ہے اور جو اُس کی رحمتوں اور برکتوں میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(۷) اس خطبہ میں رمضان کے پورے مہینہ کو تین حصوں میں تقسیم فرما کر ہر ایک کی خصوصیات اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ اس کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے۔ اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے۔ اس تقسیم کی جو توجیہیں کی گئی ہیں اس عاجز کے نزدیک اُن میں سب سے راجح اور دل کو زیادہ لگنے والی توجیہ یہ ہے کہ رمضان کی برکات سے مستفید ہونے والے آدمی تین طرح کے ہی ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جن پر گناہوں کا بوجھ نہیں ہے جیسے صدیقین و صالحین اور خواص اہل اللہ، سو ایسے حضرات پر تو شروع ہی مہینہ سے بلکہ رمضان کی پہلی ہی رات سے رحمت و انعام کی خاص بارشیں شروع ہو جاتی ہیں، دوسرا طبقہ اُن لوگوں کا ہے جو معمولی اور ہلکے درجہ کے گناہگار ہیں سو ان کے ساتھ معاملہ اس طرح ہوتا ہے

کہ رمضان کے ابتدائی حصہ میں یہ لوگ روزوں اور دوسرے اعمال حسنہ کے ذریعہ جب اپنے گناہوں کی تلافی کر دیتے ہیں تو درمیانی حصہ میں اُن کو معافی دے دی جاتی ہے اور مغفرت کردی جاتی ہے تیسرا طبقہ اُن لوگوں کا ہے جن کے گناہ اس دوسرے طبقہ سے زیادہ ہوتے ہیں وہ جب رمضان کے ابتدائی اور درمیانی حصہ میں روزے رکھ کے اور دوسرے اچھے اعمال کرکے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ تلافی کر لیتے ہیں تو آخری دنوں میں اُن کو بھی جہنم سے آزادی دیدی جاتی ہے۔ اور جو لوگ پہلے ہی سے مورد رحمت ہوتے ہیں یا درمیان میں جن کو معافی دے دی جاتی ہے۔ ان کا تو کہنا ہی کیا ان کے ساتھ تو الطاف وعنایات کا معاملہ روز افزوں ہوتا ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔

(۸) آخر خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کے لیے چار باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے ایک شہادت توحید (لا الٰہ الا اللہ) کی کثرت، دوسرے اپنے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا والتجا۔ تیسرے اس سے جنت کی طلب ودرخواست اور چوتھے جہنم سے پناہ مانگنا۔ گویا رمضان مبارک میں یہ چار چیزیں خصوصیت کے ساتھ ہمارا وظیفہ اور مشغلہ رہیں۔

(۳) رمضان ہی کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور مختصر خطبہ

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جب رمضان مبارک آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا ——— لوگو! ماہِ رمضان آگیا، یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے خاص فضل وکرم سے تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی خاص رحمتیں نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف کرتے ہیں اور دعائیں قبول کرتے ہیں، اور اس مہینہ میں طاعت وحسنات اور عبادات کی طرف تمہاری رغبت اور مسابقت کو دیکھتے ہیں اور مسرت ومفاخرت کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھی دکھلاتے ہیں۔ پس اے لوگو! ان مبارک دنوں میں اللہ پاک کو اپنی طرف سے نیکیاں ہی دکھاؤ (یعنی عبادات وحسنات کثرت سے کرو) بلاشبہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو رحمتوں کے اس مہینہ میں بھی اللہ عزوجل کی اس رحمت سے محروم رہے۔ (طبرانی)

سبحان اللہ قربان جائیے اس رحمت و لطافت کے کہ خود ہی اپنے
پیغمبر کے ذریعہ ہم کو یہ بھی بتلا دیا کہ ہمارے خاص معائنہ کا وقت
کونسا ہوگا، اللہ اللہ! کیا نصیب اس بندہ کے جس کو روزہ کی بھوک
پیاس کی حالت میں نماز پڑھتے یا تلاوت قرآن یا ذکر کرتے یا رات
کو صحن مسجد میں تراویح میں رکوع و سجود اور قیام و قعود کرتے یا پچھلے
پہر تہجد پڑھتے اس کا آقا و مولا خود دیکھے اور اپنے درباری فرشتوں
سے کہے، دیکھتے ہو! ہمارا یہ بندہ ہماری رضا کے لئے کیا کر رہا ہے۔ ع

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یوں تو وہ مولا علیم و بصیر ہے سب کچھ ہر وقت دیکھتا ہے مگر یہ
دیکھنا ایک خاص قسم کا ہے یہ وہی دیکھنا اور وہی نظر ہے جس کے لیے
عشاق تڑپتے ہیں اور مرتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق
بخاک و خوں تپم و گوئی برائے من است

---

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ رمضان کے آنے پر ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مہینہ تمہارے سامنے آگیا

اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اُس سے (یعنی اس کی برکات سے) محروم رہا وہ گویا ہر بھلائی سے محروم رہ گیا اور اُس کی برکات سے بجز محروم القسمت کے کوئی بھی محروم نہیں رہتا۔ (ابن ماجہ)

اور طبرانی نے حضرت انسؓ ہی سے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "یہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے اس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔۔ اور شیاطین گرفتار کرا لئے جاتے ہیں، پھٹکار اس شخص پر جس نے رمضان کا مہینہ پالیا پھر بھی اُس کی مغفرت نہ ہوئی۔ جب رمضان میں اُس کی مغفرت نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی؟" (طبرانی)

رمضان مبارک کی جن برکتوں اور رحمتوں اور رحمت و مغفرت کے اسباب کی جس فراوانی و ارزانی کا ذکر ان احادیث میں کیا گیا ہے اُن کو پیش نظر رکھنے کے بعد خود ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ رحمت و

مغفرت کی اس ارزانی و فراوانی کے زمانہ میں بھی جب کہ دریائے رحمت جوش میں ہوتا ہے اور اعمال حسنہ کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ کردیا جاتا ہے، جو رحمت کی اس موسلا دھار بارش اور مغفرت کی تیز ہواؤں کے اس زمانہ میں بھی جو بدبخت انسان کچھ نہ کرے اور غفلت و معصیات ہی میں مست و مگن رہے خود سمجھا جا سکتا ہے کہ اس سے زیادہ محروم اور بدقسمت شخص اور کون ہوگا۔ اللھم لا تجعلنا منھم۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں۔ اول یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، (۲) دوسرے یہ کہ روزہ افطار کرنے تک اس کے واسطے مچھلیاں استغفار کرتی ہیں (اور ایک روایت میں بجائے مچھلیوں کے ملائکہ کا ذکر ہے) تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں ہر دن جنت کو آراستہ کراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے نیک بندے عنقریب مصیبت کی زندگی ختم کرکے تیرے اندر

پہنچیں گے۔ چوتھے یہ کہ رمضان میں سخت مُفسد شیاطین مقید کر دیئے جاتے ہیں چناں چہ اس مبارک مہینہ میں اُن کا (آدمیوں پر) وہ قابو نہیں چلتا جو دوسرے دنوں میں چل جاتا ہے۔۔۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی اخیر رات میں اُن کی مغفرت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، کسی نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا وہ شب قدر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ رمضان کی اخیر رات ہے کیونکہ مزدور کو پوری مزدوری اسی وقت سے دی جاتی ہے جب کہ وہ کام ختم کر دے۔

(احمد، بزار، بیہقی)

ف۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کی پانچ خصوصیتوں اور بندوں پر ہونے والی پانچ خاص رحمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبُو جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے آنے لگتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی اس بُو کے بدلے آخرت میں روزہ دار کے منہ سے مشک سے بہتر اور نفیس تر خوشبو نکلے گی (بعض روایات میں اس کی تصریح بھی ہے) اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے یہاں روزہ دار کی محبوبیت

کا جو مقام ہے یہ اُسی کی طرف ایک اشارہ ہے کہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی اس کے منہ کی بُو کی قدر اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ ہے۔ نیز اس ارشاد کا ایک منشا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی روزہ دار کے منہ کی اس بُو سے کراہت نہ کرے کہ یہ اللہ کو اس قدر پسندیدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ روزہ داروں کے لئے دن بھر دریاؤں کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا والتجا اللہ تعالیٰ سے کرتی ہیں۔ (اور عرض کیا جا چکا ہے کہ بعض روایات میں ملائکہ کا لفظ ہے) بہر حال اس کا منشا بھی یہی ہے کہ روزہ دار چونکہ اپنی خواہشات اور مرغوبات کو اللہ کے لئے قربان کر کے خود اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو اس کی محبوبیت، اللہ کی مخلوق میں بھی پھیل جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر ایک طرف ملاء اعلیٰ اور عالم قدس کے فرشتے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو دوسری طرف اس مادی عالم میں سب سے نیچے (پانی کی تہہ میں) رہنے والی مچھلیاں بھی اس کے واسطے استغفار کرتی ہیں۔ الغرض اس عاجز کے نزدیک مچھلیوں کے ذکر سے مقصود یہ نہیں ہے کہ بس مچھلیاں ہی استغفار کرتی ہیں بلکہ سب سے نیچے رہنے والی مخلوق کی حیثیت سے یہاں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ

جب وہ بھی استغفار کرتی ہیں تو دوسری چیزوں کا استغفار کرنا بدرجۂ ادنیٰ سمجھ میں آتا ہے۔

تیسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جنت اس مہینہ میں خاص طور سے آراستہ کرائی جاتی ہے۔ اس کی مناسبت بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ مہینہ روحانیت کی سرسبزی و ترقی اور طاعات و حسنات کے فروغ کا مہینہ ہے، اور جنت انہی چیزوں کی آخری شکل ہے لہذا جیسے جیسے یہاں رمضان کے ہر روز میں عبادات اور اعمال صالحہ میں ترقی ہوگی اسی کے حساب سے ہر دن جنت کی زینتوں اور دلفریبیوں میں اضافہ ہوگا۔ چوتھی بات حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ سرکش شیاطین اس مہینہ میں قید کردیے جاتے ہیں۔ اس کی اس عاجز کے نزدیک جو حقیقت ہے وہ انشاء اللہ عنقریب ایک دوسری حدیث کے ذیل میں عرض کی جائے گی۔ پانچویں خاص برکت اس مہینہ کی یہ بیان ہوئی ہے کہ اس کی آخری رات میں لوگوں کی مغفرت کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ سو مغفرت کا یہ فیصلہ اُن ہی لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے جو اپنے عمل سے اس کا استحقاق پیدا کرلیں جیسا کہ حدیث کے آخری جملہ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مغفرت اُن کے عمل کا اجر ہے۔ واللہ اعلم۔

راحت و خوش عیشی کی اس قربانی کے بدلہ میں جنت کی راحتیں اور لذتیں اس کو عطا فرمائیں گے۔

(۵) ایک بات اس خطبہ میں یہ بھی فرمائی گئی ہے کہ "یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے"۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اس مہینہ میں ہر شخص کو بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف کا تجربہ ہوتا ہے تو اس کو اس کا احساس ہوتا ہے کہ میرے جن بھائیوں کو ناداری کی وجہ سے فاقے ہوتے ہیں اور اللہ کے جو بندے افلاس اور غربت کی وجہ سے دو دو چار چار وقت بھوک کے ساتھ گزارتے ہیں ان پر کیسی گزرتی ہوگی۔ اور یہ احساس اُن میں ہمدردی و غمخواری کے جذبہ کو پیدا کرتا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس مہینہ میں خصوصیت سے دوسروں کی ہمدردی اور غمخواری کرنی چاہیئے۔ گویا کہ یہ بھی رمضان المبارک کے خاص اعمال خیر میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ ہے۔

(۶) ایک چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ میں یہ ارشاد فرمائی ہے کہ "اس مبارک مہینہ میں رزق میں زیادتی اور برکت کردی جاتی ہے"۔ میرے خیال میں تو سب ہی اہل ایمان کو اس کا تجربہ ہوگا کہ رمضان مبارک میں ان کو جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانا پینا ملتا ہے یقیناً بقیہ گیارہ مہینوں میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔ خواہ ظاہر اسباب

میں اس کی وجہ کوئی ہوتی ہو نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالے کا فضل و کرم اور اُن کی رحمت و برکت عموماً ظاہری اسباب ہی کے پردہ میں جلوہ گر ہوا کرتی ہے۔ بہر حال رزق میں زیادت و برکت تو اللہ کے اُن سب ہی بندوں کا مشاہدہ اور تجربہ ہے جن کے لئے رمضان رحمتیں اور برکتیں لے کر آتا ہے اور جو اُس کی رحمتوں اور برکتوں میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(۷) اس خطبہ میں رمضان کے پُورے مہینہ کو تین حصّوں میں تقسیم فرما کر ہر ایک کی خصوصیات اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ اس کا پہلا حصہ رحمت ہے۔ درمیانی حصہ مغفرت ہے۔ اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے۔ اس تقسیم کی جو توجیہیں کی گئی ہیں اس عاجز کے نزدیک اُن میں سب سے راجح اور دل کو زیادہ لگنے والی توجیہ یہ ہے کہ رمضان کی برکات سے مستفید ہونے والے آدمی تین طرح کے ہی ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جن پر گناہوں کا بوجھ نہیں ہے جیسے صدیقین و صالحین اور خواص اہل اللہ، سو ایسے حضرات پر تو شروع ہی مہینہ سے بلکہ رمضان کی پہلی ہی رات سے رحمت و انعام کی خاص بارشیں شروع ہو جاتی ہیں، دوسرا طبقہ اُن لوگوں کا ہے جو معمولی اور ہلکے درجے کے گناہگار ہیں سو ان کے ساتھ معاملہ اس طرح ہوتا ہے

کہ رمضان کے ابتدائی حصہ میں یہ لوگ روزوں اور دوسرے اعمال حسنہ کے ذریعہ جب اپنے گناہوں کی تلافی کر دیتے ہیں تو درمیانی حصّہ میں اُن کو معافی دے دی جاتی ہے اور مغفرت کر دی جاتی ہے تیسرا طبقہ اُن لوگوں کا ہے جن کے گناہ اس دوسرے طبقے سے زیادہ ہوتے ہیں وہ جب رمضان کے ابتدائی اور درمیانی حصہ میں روزے رکھ کے اور دوسرے اچھے اعمال کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ تلافی کر لیتے ہیں تو آخری دنوں میں اُن کو بھی جہنّم سے آزادی دیدی جاتی ہے۔ اور جو لوگ پہلے ہی سے موردِ رحمت ہوتے ہیں یا درمیان میں جن کو معافی دے دی جاتی ہے۔ ان کا تو کہنا ہی کیا ان کے ساتھ تو الطاف وعنایات کا معاملہ روز افزوں ہوتا ہے۔ اللھم اجعلنا منھم ـ

(۸) آخر خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کے لیے چار باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے ایک شہادت توحید (لا الٰہ الا اللہ) کی کثرت، دوسرے اپنے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا والتجا۔ تیسرے اس سے جنت کی طلب ودرخواست اور چوتھے جہنم سے پناہ مانگنا۔ گویا رمضان مبارک میں یہ چار چیزیں خصوصیت کے ساتھ ہمارا وظیفہ اور مشغلہ رہیں۔

(۲) رمضان ہی کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور مختصر خطبہ

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جب رمضان مبارک آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا ـــــــ لوگو! ماہِ رمضان آگیا، یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے خاص فضل و کرم سے تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی خاص رحمتیں نازل فرماتے ہیں، خطاؤں کو معاف کرتے ہیں اور دعائیں قبول کرتے ہیں، اور اس مہینہ میں طاعت و حسنات اور عبادات کی طرف تمہاری رغبت اور مسابقت کو دیکھتے ہیں اور مسرت و مفاخرت کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھی دکھلاتے ہیں۔ پس اے لوگو! ان مبارک دنوں میں اللہ پاک کو اپنی طرف سے نیکیاں ہی دکھاؤ (یعنی عبادات و حسنات کثرت سے کرو) بلاشبہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو رحمتوں کے اس مہینہ میں بھی اللہ عزوجل کی اس رحمت سے محروم رہے۔" (طبرانی)

سبحان اللہ قربان جائیے اس رحمت و لطافت کے کہ خود ہی اپنے پیغمبر کے ذریعہ ہم کو یہ بھی بتلا دیا کہ ہمارے خاص معائنہ کا وقت کونسا ہوگا، اللہ اللہ! کیا نصیب اُس بندہ کے جس کو روزہ کی بھوک پیاس کی حالت میں نماز پڑھتے یا تلاوت قرآن یا ذکر کرتے یا رات کو صحن مسجد میں تراویح میں رکوع و سجود اور قیام و قعود کرتے یا پچھلے پہر تہجد پڑھتے اس کا آقا و مولا خود دیکھے اور اپنے درباری فرشتوں سے کہے، دیکھتے ہو! ہمارا یہ بندہ ہماری رضا کے لئے کیا کر رہا ہے۔ ع

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یوں تو وہ مولا علیم و بصیر ہے سب کچھ ہر وقت دیکھتا ہے مگر یہ دیکھنا ایک خاص قسم کا ہے یہ وہی دیکھنا اور وہی نظر ہے جس کے لیے عشاق تڑپتے ہیں اور مرتے ہیں اور کہتے ہیں سہ

ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق

بخاک و خوں تپم و گوئی بلائے من است

---

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کے آنے پر ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" یہ مہینہ تمہارے سامنے آگیا

اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس سے (یعنی اس کی برکات سے) محروم رہا وہ گویا ہر بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس کی برکات سے بجز محروم القسمت کے کوئی بھی محروم نہیں رہتا۔ (ابن ماجہ)

اور طبرانی نے حضرت انسؓ ہی سے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "یہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور شیاطین گرفتار کرا لئے جاتے ہیں، پھٹکار اس شخص پر جس نے رمضان کا مہینہ پالیا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ جب رمضان میں اس کی مغفرت نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی؟" (طبرانی)

رمضان مبارک کی جن برکتوں اور رحمتوں اور رحمت و مغفرت کے اسباب کی جس فراوانی و ارزانی کا ذکر ان احادیث میں کیا گیا ہے ان کو پیش نظر رکھنے کے بعد خود ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ رحمت و

مغفرت کی اس ارزانی و فراوانی کے زمانہ میں بھی جب کہ دریائے رحمت جوش میں ہوتا ہے اور اعمال حسنہ کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ کردیا جاتا ہے، جو رحمت کی اس موسلا دھار بارش اور مغفرت کی تیز ہواؤں کے اس زمانہ میں بھی جو بدبخت انسان کچھ نہ کرے اور غفلت و معصیات ہی میں مست و مگن رہے خود ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ اس سے زیادہ محروم اور بدقسمت شخص اور کون ہوگا۔ اللھم لا تجعلنا منھم۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں۔ اول یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے' (۲) دوسرے یہ کہ روزہ افطار کرنے تک اس کے واسطے مچھلیاں استغفار کرتی ہیں (اور ایک روایت میں بجائے مچھلیوں کے ملائکہ کا ذکر ہے) تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں ہر دن جنت کو آراستہ کراتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے نیک بندے عنقریب مصیبت کی زندگی ختم کرکے تیرے اندر

پہنچیں گے۔ چوتھے یہ کہ رمضان میں سخت مفسد شیاطین مقید کر دیئے جاتے ہیں چناں چہ اس مبارک مہینہ میں اُن کا (آدمیوں پر) وہ قابو نہیں چلتا جو دوسرے دنوں میں چل جاتا ہے ـــــ پانچویں یہ کہ رمضان کی اخیر رات میں اُن کی مغفرت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، کسی نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا وہ شب قدر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ رمضان کی اخیر رات ہے کیونکہ مزدور کو پوری مزدوری اسی وقت دے دی جاتی ہے جب کہ وہ کام ختم کر دے۔

(احمد، بزار، بیہقی)

ف۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کی پانچ خصوصیتوں اور بندوں پر ہونے والی پانچ خاص رحمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبُو جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے آنے لگتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی اس بُو کے بدلے آخرت میں روزہ دار کے منہ سے مشک سے بہتر اور نفیس تر خوشبو نکلے گی (بعض روایات میں اس کی تصریح بھی ہے) اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے یہاں روزہ دار کی محبوبیت

کا جو مقام ہے یہ اُس کی طرف ایک اشارہ ہے کہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی اس کے منہ کی بُو کی قدر اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ ہے۔ نیز اس ارشاد کا ایک منشا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی روزہ دار کے منہ کی اس بُو سے کراہت نہ کرے کہ یہ اللہ کو اس قدر پسندیدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ روزہ داروں کے لئے دن بھر دریاؤں کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا والتجا اللہ تعالیٰ سے کرتی ہیں۔ (اور عرض کیا جا چکا ہے کہ بعض روایات میں ملائکہ کا لفظ ہے) بہر حال اس کا منشا بھی یہی ہے کہ روزہ دار چونکہ اپنی خواہشات اور مرغوبات کو اللہ کے لئے قربان کر کے خود اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو اس کی محبوبیت، اللہ کی مخلوق میں بھی پھیل جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر ایک طرف ملاء اعلیٰ اور عالم قدس کے فرشتے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو دوسری طرف اس مادّی عالم میں سب سے نیچے (پانی کی تہ میں) رہنے والی مچھلیاں بھی اس کے واسطے استغفار کرتی ہیں۔ الغرض اس عاجز کے نزدیک مچھلیوں کے ذکر سے مقصود یہ نہیں ہے کہ بس مچھلیاں ہی استغفار کرتی ہیں بلکہ سب سے نیچے رہنے والی مخلوق کی حیثیت سے یہاں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ

جب وہ بھی استغفار کرتی ہیں تو دوسری چیزوں کا استغفار کرنا بدرجۂ ادنیٰ سمجھ میں آتا ہے۔

تیسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جنت اس مہینہ میں خاص طور سے آراستہ کرائی جاتی ہے۔ اس کی مناسبت بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ مہینہ روحانیت کی سرسبزی و ترقی اور طاعات و حسنات کے فروغ کا مہینہ ہے، اور جنت انہی چیزوں کی آخری شکل ہے لہذا جیسے جیسے یہاں رمضان کے ہر روز میں عبادات اور اعمال صالحہ میں ترقی ہوگی اسی کے حساب سے ہر دن جنت کی زینتوں اور دلفریبیوں میں اضافہ ہوگا۔ چوتھی بات حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ سرکش شیاطین اس مہینہ میں قید کر دیے جاتے ہیں۔ اس کی اس عاجز کے نزدیک جو حقیقت ہے وہ انشاء اللہ عنقریب ایک دوسری حدیث کے ذیل میں عرض کی جائے گی۔ پانچویں خاص برکت اس مہینہ کی یہ بیان ہوئی ہے کہ اس کی آخری رات میں لوگوں کی مغفرت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ سو مغفرت کا یہ فیصلہ اُن ہی لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے جو اپنے عمل سے اس کا استحقاق پیدا کر لیں جیسا کہ حدیث کے آخری جملہ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مغفرت اُن کے عمل کا اجر ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵) حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار صحابہ سے) فرمایا کہ منبر کے پاس آپ لوگ جمع ہو جائیں، جب سب حاضر ہو گئے تو حضورؐ منبر پر رونق افروز ہوئے، جب آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، اس کے بعد دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین! اسی طرح تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے بھی فرمایا آمین! — اس کے بعد جب خطبہ دے کر آپ منبر سے اترے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی (یعنی منبر پر جاتے ہوئے ہر سیڑھی پر قدم رکھتے وقت آمین کہنا) آپ نے فرمایا ہاں! جبریل اس وقت میرے پاس آئے اور جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو انھوں نے کہا "ملعون اور رحمت خدا سے دور ہو وہ جو رمضان کا مہینہ پائے اور پھر بھی اپنی مغفرت کا سامان کر کے مغفرت حاصل نہ کرے" اس پر میں نے کہا آمین! پھر جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو انھوں نے

کہا "ملعون ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) ذکر آئے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے" اس پر بھی میں نے کہا آمین! پھر جب میں تیسری سیڑھی پر پہونچا تو انھوں نے کہا "ملعون اور رحمت خدا سے دور ہو وہ بد بخت جو اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کا بڑھاپا پائے۔ پھر بھی (ان کی خدمت واطاعت کر کے) جنت کا استحقاق نہ پیدا کرے" اس پر بھی میں نے کہا آمین"۔ (مستدرک حاکم)

اسی مضمون کی احادیث بعض اور صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہیں۔

ف۔ یہ حدیث بہت ہی عبرت کے قابل اور ڈرانے کے لائق ہے، تین قسم کے جن بدنصیب مجرموں کے لئے خدا کے حکم سے اس کے مقرب فرشتہ جبرئیل نے منبر نبوی کے پاس کھڑے ہو کر رحمت سے دوری اور محرومی کی بد دعا کی (جو لعنت کا مفہوم ہے) اور جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آمین کہی، ان کی بد بختی کا کیا ٹھکانا۔ درحقیقت رحمتوں اور برکتوں والا یہ مہینہ (رمضان) اور اس میں رحمت ومغفرت کی یہ ارزانی بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اس کو غفلت سے گزار دینا اس نعمتِ عظمیٰ کی سخت درجہ کی مجرمانہ

ناقدری ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کی طرف سے بنی آدم کے لئے اور بالخصوص اہل ایمان کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں کہ ہر طرح کی سعادتیں آپ ہی کے طفیل نصیب ہوئیں، پس آپ کے ذکر کے وقت آپ کے لئے کلمۂ خیر بھی نہ کہنا جس کی تعلیم ہم کو درود وسلام کی شکل میں دی گئی ہے، یقیناً یہ بھی اللہ کی نعمت کی ناقدری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احسان ناشناسی ہے، علیٰ ہذا ماں باپ کا وجود اور خاص طور سے اُن کے بڑھاپے کا زمانہ ان کی خدمت و اطاعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و رضا اور بخشش ومغفرت کا استحقاق حاصل کرنے کے لیے ایک بہترین موقعہ ہے حدیث میں ہے کہ والدین کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی اور اُن کی ناراضی میں اللہ کی ناراضی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ "جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے" پس جو شخص ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا بھی پاتا ہے۔ اور ان کی خدمت و اطاعت کر کے اپنے لئے رحمت ومغفرت کا سامان نہیں کرتا تو وہ بھی بڑا کافر نعمت ہے۔ اور کفرانِ نعمت کی سزا لعنت یعنی رحمت سے محرومی ہے، اسی واسطے یہ تینوں قسم کے مجرم سید الملٰئکہ اور سید الانبیاء کی زبانوں پر ملعون اور اللہ کی رحمت سے محروم ہیں اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ ۔

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(ف) اس حدیث کا مطلب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح کے مطابق یہ ہے کہ رمضان میں چونکہ اللہ کے صالح بندے طاعات و حسنات میں منہمک اور معاصی و مکروہات سے سخت مجتنب ہو جاتے ہیں، وہ دنوں کو روزہ رکھ کر ذکر و تلاوت میں گزارتے اور راتوں کو تراویح اور تہجد میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عوام مومنین کے قلوب بھی رمضان میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ تو اسلام و ایمان کے حلقہ میں سعادت اور تقویٰ کے اس رجحانِ عام کی وجہ سے وہ تمام طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر و خباثت سے متنفر ہو جاتی ہیں اور پھر اس ماہِ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھا دی جاتی ہے تو ان

سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جنت کے دروازے ان لوگوں کے لئے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان ان پر اپنا جال نہیں پھینک سکتا ہے۔

الغرض اس تشریح کے مطابق ان تینوں باتوں (جنت[۱] و رحمت کے دروازے کھل جانے، دوزخ[۲] کے دروازے بند ہو جانے، اور شیاطین[۳] کے مقید اور بے بس کر دیے جانے) کا تعلق صرف اُن اہل ایمان سے ہے۔ جو رمضان مبارک میں خیر و سعادت کے حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے لئے عبادات و حسنات کو اپنا شغل بناتے ہیں۔ باقی رہے وہ کفار اور خدا ناشناس اور وہ غافلین جو نہ تو رمضان کو جانتے ہیں اور نہ اس کے آنے پر اُن کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کی بشارتوں اور خوشخبریوں کا اُن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انھوں نے جب اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیا ہے اور بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر وہ مطمئن ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی اُن کے لئے محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(۷) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے رمضان

کے روزے رکھے اور اُن کی حدود (و آداب) کو اچھی طرح پہچانا (یعنی اُن حدود و آداب کی رعایت کی) اور ان سب امور کی نگہداشت کی جن کی نگہداشت رمضان کے روزے رکھنے والے کو کرنی چاہئیے) تو رمضان کے یہ روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔

(صحیح ابن حبان سنن بیہقی)

اِس حدیث کی یہ تصریح یاد رہنی چاہئیے کہ رمضان کے روزوں کی برکت سے پچھلے گناہوں کے معاف کئے جانے کی بشارت انہی نیک لوگوں کے لئے ہے جو رمضان کے حقوق و آداب اور اس کے متعلق خدا و رسُول کے احکام کی رعایت و نگہداشت کرتے ہیں یعنی جو رمضان اُس طرح گزارتے ہیں جیسا کہ ایک اچھے با خدا مسلمان کو گزارنا چاہئیے اور اگلی حدیث سے ایک شرط اس مغفرت کی یہ بھی معلوم ہو گی کہ رمضان میں اُن کا روزہ رکھنا اور رات کو تراویح و نوافل پڑھنا ایمان و احتساب کے ساتھ ہو۔

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھیں گے۔

اُن کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اور ایسے ہی جو لوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح وتہجد) پڑھیں گے ان کے بھی سب گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

(بخاری ومسلم)

اس حدیث میں رمضان کے روزوں اور اس کی راتوں کے نوافل کے موجب مغفرت ہونے کو ایمان واحتساب کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ یہ دو خاص دینی اصطلاحیں ہیں اور ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی عبادت اور کوئی نیک کام اس یقین کے ساتھ کیا جائے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور قرآن وحدیث میں اس کا جو اجر وثواب بتلایا گیا ہے وہ بالکل برحق ہے اور بشرط قبولیت اس کا ملنا یقینی ہے اور پھر وہ عمل اس ثواب موعود ہی کی اُمید اور رضا الٰہی کی طمع ہی میں کیا جائے۔ بس ان دو کیفیتوں ہی کا نام ایمان واحتساب ہے، انہی سے اعمال میں روح پڑتی ہے اور انہی کے ذریعہ ہمارے اعمال کا ربط وتعلق اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے اور ان کے بغیر جو عمل کئے جائیں، خواہ وہ بظاہر کیسے ہی شاندار کیوں نہ ہوں لیکن درحقیقت وہ صرف رسوم اور بے روح ڈھانچے ہیں جن کی اللہ کے یہاں اور قیامت میں

اور آخرت میں کوئی قیمت نہیں، اگرچہ وہ جہاد جیسا سرفروشانہ عمل ہی کیوں نہ ہو ـــــ افسوس اس چیز کی طرف سے آج کل بڑی غفلت ہے۔ حالانکہ یہ سارے دین کا گویا مغز ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔

ان اللہ لا ینظر الی اصورکم واجسامکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم اوکما قال علیہ السلام

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں تمہارے جسموں اور تمہارے ظاہری عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی رُوح پر اللہ تعالیٰ کی بے حساب رحمتیں ہوں انھوں نے "ایمان واحتساب" کے اس سبق کو اپنی عمومی دینی دعوت اور اصلاحی تحریک کا جزو بنا کر اپنے حلقۂ دعوت کے عوام تک میں اس کو پھیلا دیا اور اس دور میں اس کی واقعی اہمیت کو زندہ کیا فجزاہ اللہ تعالیٰ عن امتہ نبیہ احسن ما یجزی عبادہ المحسنین۔

(۹) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں اللہ کی یاد کرنے والا بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا ناکام اور نامراد نہیں رہتا۔ (طبرانی بیہقی)

(ف) واضح رہے کہ اللہ کی یاد صرف زبانی ذکر و تسبیح ہی میں منحصر نہیں بلکہ اللہ کے حکموں کا دھیان رکھتے ہوئے اور اُس کے مواخذہ سے ڈرتے ہوئے اُس کے احکام کی تعمیل کرنا بھی شریعت کی اصطلاح میں ذکر ہے۔ بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر نام ہے اللہ سے غافل نہ ہونے کا خواہ وہ جس رنگ میں بھی ہو۔"

اور یہ جو فرمایا کہ "رمضان میں اللہ سے مانگنے والا ناکام اور نامراد نہیں رہتا" تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رمضان میں بندہ جو بھی دعا کرے اور جو بھی اللہ سے مانگ لے وہی بعینہٖ ضرور بالضرور اُس کو دے دیا جائے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خاصکر رمضان کی دُعا بیکار نہیں جائے گی یعنی اللہ تعالیٰ اپنے قانون قبول دعا کے مطابق ضرور اس پر کچھ کرم فرمائیں گے جس کی تفصیل دوسری احادیث سے یہ معلوم ہو چکی ہے کہ اگر اس کی مانگ حکمتِ الٰہی کے مطابق اور اللہ پاک کے نزدیک مناسب ہو گی تو وہی اُس کو دے دی جائے گی اور اگر اُس کی مانگ کا پورا کرنا اللہ کے نزدیک کسی وجہ سے نامناسب ہو گا تو اُس کی اس دُعا کے بدلہ اس کے واسطے دنیا یا آخرت کی کوئی اور نعمت لکھ دی جائے گی یا کوئی بڑی بلا ٹال دی جائے گی بہرحال اس کی دعا و التجا خالی نہیں جائے گی۔ کسی نہ کسی شکل میں اس پر کرم ضرور ہو گا، ناکام

و نامُراد نہیں رکھا جائے گا۔ واللہ اعلم

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا: "جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین کو جکڑ بند اور بے بس کر دیا جاتا ہے۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ کھلا نہیں رکھا جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ اس کا بند نہیں کیا جاتا۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے اے نیکی اور ثواب کے طالب قدم بڑھا کے آ! اور اے بدی کے شائق رک، اور اللہ کی طرف سے بہتوں کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے، اور رمضان کی ہر رات میں یہ ہوتا ہے۔" (ترمذی)

اور اسی مضمون کی ایک حدیث بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی روایت کی ہے، اور اس میں اتنا اور ہے کہ "ہر رات میں اللہ کا منادی یہ بھی ندا کرتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے؟ کہ اس کو بخش دیا جائے کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی توبہ قبول کی جائے کیا

کوئی مانگنے والا ہے جس کا سوال پورا کر دیا جائے۔"

(ف) اس حدیث کا ابتدائی مضمون تو بعض پہلی احادیث میں بھی آچکا ہے اور اس کی توضیح کے بارہ میں جو کچھ عرض کرنا تھا وہیں عرض کیا جا چکا ہے اس کے علاوہ اس میں ملاء اعلیٰ کے منادی کی ندا کا بھی ذکر ہے کہ رمضان کی ہر رات میں وہ پکارتا ہے کہ "اے خیر و ثواب کے طالب قدم بڑھا اور اے بدی کے خواہاں رک"، سو ملاء اعلیٰ کی اس ندا ہی کا یہ اثر ہے جس کو ہم گنا ہگار بھی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ رمضان مبارک میں عموماً اہلِ ایمان کا رجحان خیر و سعادت کی طرف بڑھ جاتا ہے بالخصوص ان کے ابرار و صلحا تو اس ماہ مبارک میں خیر و سعادت کی تحصیل اور رضاء الٰہی کی طلب میں اتنی جد و جہد کرتے ہیں اور اس مہینہ کے دنوں اور اس کی راتوں کو اس طرح گزارتے ہیں کہ یقیناً آسمان کے فرشتوں کو بھی رشک آتا ہوگا اور بہت سے عامی مسلمانوں میں بھی فواحش و معاصی کا میلان اس ماہ مبارک میں دوسرے دنوں کی بہ نسبت ضرور بالضرور کچھ گھٹ جاتا ہے اور نیکیوں کی رغبت ان میں کچھ ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اللہ کا منادی رمضان کی ہر رات میں بخشش چاہنے والوں توبہ کرنے والوں اور اپنی حاجتیں اللہ سے طلب کرنے والوں کو بھی پکارتا ہے کہ آؤ مانگ لو اور لے لو۔

سبحان اللہ و بحمدہ کیا حد و حساب ہے رمضان مبارک کی برکتوں کا اور کون شکر ادا کر سکتا ہے۔ اللہ پاک کے اس لطف و کرم کا۔ (اَللّٰھُمَّ لَا نُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ)۔ یقیناً وہ بد نصیب اور بد بخت ہے وہ جو اس بابرکت مہینہ کو بھی غفلت میں گزار دے۔

رمضان مبارک میں صلحاء کا طرز عمل

ناظرین کرام کو مندرجہ بالا احادیث و روایات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ رمضان مبارک کا یہ مہینہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کی بہار اور انوار رحمت کی موسلا دھار بارش کا مہینہ ہے گناہوں کی بخشش اور آتش دوزخ سے آزادی حاصل کرنے کا مہینہ ہے، دنوں کو روزوں اور دیگر اشغال و عبادات سے اور راتوں کو طویل نمازوں اور تضرع و انابت سے معمور کر کے ملکوتیت کو بہیمیت پر اور روحانیت کو نفسانیت پر غالب کر کے رضاء الٰہی اور قرب خداوندی کے مقامات کی طرف بڑھنے کا خاص مہینہ ہے جس کے ایک ایک دن اور رات میں برسوں کی منزل طے ہو سکتی ہے۔ پس خاصانِ خدا کو چونکہ ان حقیقتوں پر کامل یقین و ایمان ہوتا ہے اور وہ اس ماہ مبارک کے انوار و برکات کو گویا اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اس لیے وہ اس مبارک مہینہ کی کوئی ساعت اور اس کا کوئی لمحہ

غافل ہو کر گزارنا نہیں چاہتے۔

اہل زمانہ کی عبرت اور سبق آموزی کے لئے اسی صدی اور اسی زمانہ کے بعض اپنے بزرگوں کے معمولات نقل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان کی اقتدا اور پیروی کی توفیق دے۔

مخدومی حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہٗ (شیخ الحدیث سہارن پور) نے اپنے رسالہ "فضائل رمضان" میں نقل فرمایا ہے کہ:۔

میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سننا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً دو سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشا اور تراویح سے فراغت ہوتی اس کے بعد آپ حسب اختلاف موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹے قبل سحر تناول فرماتے اس کے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ تلاوت فرماتے اور کبھی اوراد وظائف میں مشغول

رہتے، اسفار میں (یعنی صبح کا اُجالا پھیل جانے پر) صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مراقب رہتے' اور اشراق کے بعد تقریبًا ایک گھنٹہ آرام فرماتے' اس کے بعد سے تقریبًا ۱۲ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بذل المجہود" (شرح سنن ابی داؤد) کی تصنیف و تحریر میں مشغول رہتے اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے۔ اس کے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے' بذل المجہود" کی تصنیف کا کام ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت میں اور کچھ کتب بینی میں۔ "بذل المجہود" اور "وفاء الوفا" زیادہ تر اس وقت زیرِ نظر رہتی تھیں۔ یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا' اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا' تھا' البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

حضرت اقدس مولٰنا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تراویح

کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے اور رمضان کے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے نوافل میں کلام مجید ہی سنتے رہتے تھے (عاجزہ عاصی راقم سطور محمد منظور عرض کرتا ہے کہ میں نے خود اپنے استاد حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے بیان فرماتے تھے کہ رمضان مبارک میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر عموماً ورم ہو جاتا تھا کیونکہ سارے رمضان رات بھر متفرق حفاظ سے نوافل میں قرآن شریف سنتے تھے اور ایک ایک رکعت میں کئی کئی پاروں کا اوسط رہتا تھا۔)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے یہاں تو رمضان مبارک کا مہینہ دن و رات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی، بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چائے کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں، اتنی دیر حاضر خدمت ہو جایا کریں۔"

ناچیز محمد منظور عفا عنہ ربہ الغفور عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اپنے حصہ

میں تو بے نصیبی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں لیکن اپنے بعض موجودہ بزرگوں[1] کے متعلق بھی معلوم ہے کہ رمضان مبارک میں اُن کا یہی حال رہتا ہے کہ ؎

بسودائے جاناں زجاں مشتغل
بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل

ان میں سے ایک بزرگ کے متعلق مجھے علم ہے کہ وہ علاوہ دیگر معمولات کے قرآن مجید کے ۳۵-۳۶ تک دور رمضان میں کر لیتے ہیں گویا ۲۷ پارہ یومیہ ان کی تلاوت کا اوسط رہتا ہے۔ اور یہ تلاوت عامیوں کی تلاوت نہیں ہوتی بلکہ ایک راسخ العلم عالم دین، وسیع النظر محدث اور صاحب ادراک عارف کی تلاوت ہوتی ہے بلکہ اُن کے تو گھرانے کی مستورات کا بھی یہ حال معلوم ہوا ہے کہ دیگر اوراد و اذکار کے ساتھ رمضان مبارک میں بسا اوقات ایک دن میں ایک قرآن مجید پورا ختم کر لیتی ہیں۔

یہ تذکرہ حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ کے خاندان کا ہے اور حضرت کی والدہ ماجدہ کے متعلق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح کی سوانح حیات تذکرۃ الخلیل میں منقول ہے (اور میں نے خود بھی اس خاندان کے

---

[1] بہت دل چاہنے کے باوجود میں نے اپنے ان بزرگوں کی ناراضگی کے ڈر سے ان کے اسمائے گرامی لکھنے سے قلم کو روک لیا ہے کیونکہ معلوم ہے کہ یہ حضرات اس اظہار سے بہت تکلیف محسوس کریں گے ۱۲

متعدد ثقہ بزرگوں سے سنا ہے) کہ رمضان مبارک میں وہ بھی چالیس قرآن ختم کرلیتی تھیں پھر اُن کے روزمرہ کے معمولات بھی جو تذکرۃ الخلیل" میں منقول ہیں (اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کی سوانح، مرتبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میں بھی نقل کئے گئے ہیں) حیرت انگیز اور آج کل کے پست ہمتوں کے تصور سے بھی بالاتر ہیں۔

خود حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے رفیق قدیم اور محرم اسرار حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب نومسلم رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے خود سنا ہے بیان کرتے تھے کہ جس زمانہ میں حضرت پر خلوت و ریاضت اور مجاہدہ و عبادت کا زیادہ غلبہ تھا آپ نے ایک سال پورے رمضان کا اعتکاف کیا اور اس اعتکاف میں آپ شب و روز نوافل یا ذکر و تلاوت ہی میں مشغول رہتے تھے، اور ان کی حالت دیکھ کر ہم خدام کو بیحد ترس آتا تھا۔

اس کے بعد جب حضرت کی توجہ دعوت الی اللہ اور اصلاح امت کے کار عظیم کی طرف منعطف ہوئی اور اس کو آپ نے گویا اپنا مقصد حیات قرار دے دیا تو پھر رمضان مبارک میں کثرت عبادت اور کثرت تلاوت اور اعتکاف وغیرہ کے علاوہ اس کام کے لئے بھی دوسرے دنوں سے بدرجہا زیادہ محنت اور کوشش کرنا چاہتے تھے اور تبلیغی قافلوں کی روانگی پر

زیادہ سے زیادہ زور دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام ناظرین اور جملہ اہل ایمان کو توفیق دے کر رمضان مبارک کی شکل میں آنے والی اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کی اپنے ان بزرگوں کی طرح ہم بھی قدر کریں، واللہ العظیم رمضان کے جن دنوں اور راتوں کو ہم غفلت میں گزارتے ہیں، مرنے کے بعد آخرت میں ان کا ایک ایک لمحہ بڑی حسرت سے یاد آئے گا۔

روزہ کے فضائل اور حقوق وآداب

جس طرح ہر پھول اپنے رنگ و بُو میں دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے اور جیسے کہ ہر میوہ، اور ہر پھل اپنا الگ ذائقہ رکھتا ہے اسی طرح عبادات کا بھی حال ہے کہ ہر عبادت اپنا کوئی خصوصی نتیجہ اور ثمرہ رکھتی ہے جس میں وہ دوسری عبادات سے ممتاز ہوتی ہے۔ روزہ میں بندہ اللہ کے لیے اپنی خواہشات کی قربانی کرتا ہے، کھانے پینے اور جنسی لذّت اور خواہش نفس کو محض اللہ کے حکم کی تعمیل میں اور اس کی رضاجوئی کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ادا اللہ پاک کو بہت پسند ہے اور اسکے لیے اس نے اپنے رسول کے ذریعہ بڑے اعلیٰ درجہ کے اجر و ثواب اور بیش بہا انعامات کا اعلان فرمایا ہے۔ رمضان مبارک کی برکات کے بیان میں جو احادیث

اوپر نقل ہوئیں ان میں سے چند میں بھی روزے کے اجر و ثواب اور اس کی فضیلت اور عند اللہ اس کی عظمت کا بیان گزر چکا ہے۔ چند احادیث اور بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس امت کے اعمال خیر کے متعلق قانون الہٰی یہی ہے کہ ایک نیکی کا اجر کم سے کم دس گنا عطا ہوگا اور بعض اوقات اس سے بھی بہت زیادہ یہاں تک کہ بعضوں کے بعض اعمال حسنہ کا اجر سات سو گنا عطا ہوگا) مگر اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ روزہ اس قانون عام سے مستثنیٰ ہے۔ اور وہ اس سے بھی بالاتر ہے۔ وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لیے ایک تحفہ ہے اور میں ہی اس کا بدلہ اور ثواب دوں گا وہ اپنی خواہشِ نفس اور اپنے کھانے پینے کو میرے لیے چھوڑ دیتا ہے (پس میں ہی اس کی اس فدویت کا اجر دوں گا جو بھی دوں گا) روزہ دار کے لئے دو مسرتیں خاص ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے مالک و مولا کی

بارگاہ میں حاضری اور شرف باریابی کے وقت۔ اور قسم ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے اچھی ہے اور روزہ (دنیا میں شیطان و نفس کے حملوں اور گناہوں سے بچاؤ کے لئے اور آخرت میں آتشِ دوزخ سے حفاظت کے لئے) ڈھال ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیئے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ بکے اور شور و شغب نہ کرے، اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ یا جھگڑا ٹنٹا کرے تو کہدے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(بخاری و مسلم)

(ف) اس حدیث میں روزہ کے متعلق سب سے اہم اور اعلیٰ بات یہ فرمائی گئی ہے کہ حق تعالیٰ تمام نیکیوں کے قانونِ عام سے الگ اور نرالی اس کی جزا دینگے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے۔ میرا بندہ میری وجہ سے اپنا کھانا پینا اور اپنی جنسی لذت چھوڑ دیتا ہے۔ سبحان اللہ رب کریم کی طرف سے ہمارے صرف دن بھر والے روزہ کی یہ قدر افزائی اور یہ بندہ نوازی:

بدیں مژدہ گر جاں فشانم رواست

اس حدیث میں روزہ کو "ڈھال" بھی بتلایا گیا ہے۔ روزہ کا بہت سے

گناہوں سے بچاؤ کا ذریعہ بن جانا اور روزہ داروں کی طبیعت کا گناہوں سے متنفر اور نیکیوں کی طرف راغب ہو جانا ایک عام تجربہ ہے؛ اور اپنی اس تاثیر کی وجہ سے روزہ کا آتشِ دوزخ سے بچاؤ کا سبب بن جانا بھی بالکل ظاہر ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ اہلِ ایمان کے "روزوں" کا ذکر ہے، اُن غافلین کے "فاقوں" کا ذکر نہیں ہے جو رمضان کے آنے پر صرف رسمی طور پر یا ماحول اور فضا کے دباؤ سے روزے رکھ لیتے ہیں اور خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کا ان کے روزوں میں کوئی دخل نہیں ہوتا اور اس واسطے دوسرے منہیات و محرمات سے ان کی دلچسپی اور لغزت اندوزی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سوایسوں کے بارے میں تو ایک اور حدیث ہی میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

رب صائم لیس لہ من	بہت سے روزے رکھنے والے ہیں
صیامہ الا الجوع	کہ اُن کے روزوں کا حاصل بجز
والظماء	بھوک پیاس کے اور کچھ نہیں۔

غالباً اسی پر تنبیہ کرنے کے لئے حدیث کے آخر میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ "روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتوں اور فضول شور وشغب سے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اگر کوئی دوسرا اسے برا بھلا کہے یا جھگڑا کرنے لگے تو اس سے کہدے کہ میں روزہ دار ہوں۔

یعنی تمہاری باتوں کا جواب دینے سے روزہ مجھے مانع ہے"۔ گویا کہ روزہ کی تکمیل کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ کھانے پینے اور نفسانی خواہش کے علاوہ ہر قسم کی بُری باتوں سے بھی زبان کی حفاظت کی جائے اور کسی سے لڑا جھگڑا بھی نہ جائے۔ بعض دوسری احادیث میں یہ مضمون اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ بھی آیا ہے:-

(۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کیا میں تم کو خیر کے دروازے بتلا دوں؟ (جن سے تم کو خیر کثیر حاصل ہو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلا یئے، آپ نے فرمایا (سنو!) روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ (کی جلن) کو ایسا بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (ترمذی)

(۳) حضرت ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ آدمی اس کو پھاڑ نہ ڈالے:

(نسائی و ابن ماجہ وغیرہ)

(ف) بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ روزہ جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے پھٹ جاتا ہے یعنی اُس میں ایسا خلل اور رخنہ آجاتا ہے کہ پھر

ڈھال" ہونے کی صفت اس میں باقی نہیں رہتی۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے سے اور خواہش نفس پورا کرنے سے روکا تھا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا تھا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔

(احمد و طبرانی)

(ف) اس حدیث میں روزہ کے ساتھ جس پیرایہ میں قرآن کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد بالخصوص رمضان کی راتوں میں تراویح اور نوافل میں قرآن پڑھنا یا سننا ہے اور یہ کہ راتوں کو (بالخصوص رمضان کی راتوں کو) قرآن پڑھنے یا سننے کے شغل سے ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ رمضان کے دنوں کو روزوں سے۔

واللہ اعلم)

(۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی
عمل بتلایئے جس کو میں اختیار کر لوں، حضور نے
فرمایا کہ روزہ رکھنا اختیار کر لو کہ اس کی مثل کوئی عمل
نہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی (اور)
عمل (بھی) بتلایئے، فرمایا کہ روزہ رکھا کرو کہ اس
جیسا کوئی عمل نہیں ہے (ابوامامہ کہتے ہیں) میں نے
پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی اور عمل (بھی)
بتایئے۔ فرمایا روزہ کی عادت کر لو، اس کے مثل کوئی
عمل نہیں۔" (نسائی وابن خزیمہ)

(ف) اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے
متعلق جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "اس جیسا کوئی عمل نہیں" تو یہ بعض
ان خصوصیات کے لحاظ سے ہے جو روزے میں تو پائی جاتی ہیں
اور دوسرے اعمال خیر میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً یہ کہ نماز یا حج
وغیرہ کی طرح اس کی کوئی ایسی مخصوص ہیئت نہیں ہے کہ دیکھ کر سمجھا
جا سکے کہ یہ آج روزہ سے ہے، اس لیے اس میں ریا کا گزر نہیں،
یا مثلاً یہ کہ نفس کو مقہور اور مغلوب کرنے میں وہ دوسری عبادات
سے ممتاز ہے اسی طرح اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بندہ

اُس کے ذریعہ مادیات سے روگردانی کرکے ایک گونہ تَخَلَّقُوْا بِخُلُقِ اللہ کے ذریعہ قربِ خداوندی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال اسی قسم کی خصوصیات کے لحاظ سے اس حدیث میں روزے کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "اس جیسا کوئی عمل نہیں"۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ روزہ دوسری عبادات سے کلّی طور پر اعلیٰ اور افضل ہے۔

نیز اس قسم کے ارشاداتِ نبویہ پر غور کرتے وقت یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسا اوقات مخاطب کے مخصوص احوال کے لحاظ سے بھی بعض خاص اعمال کی غیر معمولی اہمیت اُن کو بتلایا کرتے تھے۔ اور اُن کی تاکید خصوصی طور پر فرمایا کرتے تھے اور ہر حکیم اور شفیق معلّم اور مربی کو ایسا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۶) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریّان ہے، اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار ہی داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس سے داخل نہ ہوسکے گا۔ اور جب روزہ دار لوگ داخل ہو جائیں گے

تو اس کو بند کر دیا جائے گا۔ اور پھر کوئی اُس سے داخل نہ ہو سکے گا۔ (بخاری۔ مسلم، ترمذی)

ترمذی کی روایت میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

(ف) ریّان کے لغوی معنی سیراب کے ہیں، روزہ داروں کے داخلہ کے اس دروازہ کا نام ریّان کتنا موزوں ہے اور جنّت میں داخلہ کے بعد کبھی پیاس نہ لگنا کتنی مناسب جزا ہے۔ اور اصل جزا تو روزہ کی وہ ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور وہی آخرت میں اپنے دستِ کرم سے عطا فرمائے گا۔

روزہ میں دعا کی قبولیت :-

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی۔ (یعنی اللہ پاک اُس کو قبول ہی فرما لیتے ہیں۔) اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرنے والے عبداللہ بن ابی ملیکہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو افطار کے وقت یہ دُعا کرتے سُنا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ

اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ

(اے اللہ میں تیری اُس رحمت کے واسطے سے جو ہر چیز کو شامل ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے گناہ بخشدے۔ اور میری مغفرت فرما دے!)

(بیہقی)

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کرنے تک اور دوسرے خلیفۂ عادل کی، تیسرے مظلوم کی دعا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو بادلوں سے اُوپر اٹھا لیتا ہے۔ اور اُس کے واسطے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ "میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی حکمت و مصلحت سے فوراً نہیں بلکہ) کچھ وقت کے بعد۔" (احمد، ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان)

(ف) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اوپر والی حدیث سے معلوم ہوا کہ خاص افطار کا وقت قبول دعا کا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ روزہ کا پورا وقت افطار کرنے تک یعنی

دن بھر قبولیت دعا کا وقت ہے۔ اور فضائل رمضان کے سلسلہ کی بعض احادیث میں گزر چکا ہے کہ رمضان کی راتیں بھی قبول دعا کی راتیں ہیں۔ ان تمام احادیث کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کے ہر دن و رات میں اللہ کی رحمت قبولِ دعا کی طرف خاص طور سے متوجہ رہتی ہے اور افطار کا وقت اس بارہ میں اور بھی زیادہ امتیاز و خصوصیت رکھتا ہے، کیونکہ وہ روزہ کی تکمیل کا وقت ہے، لیکن "قبول دعا" کے متعلق اللہ پاک کے جس قانون اور اس کی جس حکمت کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے وہ بہر حال ملحوظ رہنا چاہیئے۔

روزہ کے حقوق و آداب :-

فضائل کے سلسلہ کی پہلی حدیث میں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیحین (بخاری و مسلم) کے حوالہ سے نقل کی جا چکی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ

"جب کسی کا روزہ ہو تو فحش اور بے ہودہ باتیں بالکل نہ کرے اور شور و شغب کا بھی مرتکب نہ ہو، اور اگر کوئی دوسرا اس کو گالیاں بھی دے یا جھگڑا کرے

تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔"

اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی اس بارہ میں ایک دوسری حدیث یہ بھی مروی ہے کہ:۔

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے (روزہ رکھتے ہوئے) جھوٹ اور بیہودہ باتیں اور غلط و بیہودہ اعمال نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی پرواہ نہیں۔"

(بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

(۱۰) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روزہ فقط کھانے پینے سے رک جانے کا نام نہیں ہے بلکہ بیہودہ کاموں اور بری باتوں سے بھی رکا جائے تو حقیقی روزہ ہے۔ پس اگر کوئی تم سے روزہ کی حالت میں گالی گلوچ کرے یا بدتمیزی سے پیش آئے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزہ سے ہوں۔"

(ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث پہلے ذکر کی

جا چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ غیبت کرنے اور جھوٹ بولنے سے روزہ میں گویا سوراخ ہو جاتا ہے یعنی اس میں خلل آجاتا اور رخنہ پڑ جاتا ہے۔

افسوس! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی طرف بہت ہی کم لوگوں کی توجہ ہے وہ روزے رکھتے ہیں مگر جھوٹ، غیبت اور دوسرے بُرے کاموں سے روزہ میں بھی احتیاط نہیں کرتے، بلکہ بہت سے تو لغو و بیہودہ باتوں اور شیطانی تفریحوں و تماشوں میں اپنا روزہ کاٹتے ہیں ـــــ حالانکہ یہ چیزیں اللہ کی طرف سے دائماً اور ہر زمانہ میں حرام اور گناہ قرار دی گئی ہیں اور رمضان کے محترم و مقدس مہینے اور روزہ کی مبارک ساعتوں میں ان کی حرمت و معصیت اور بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ بالخصوص غیبت سے تو، روزہ دار کو بہت ہی بچنا چاہیئے قرآن مجید میں غیبت کو اپنے بھائی کا مردار گوشت کھانا کہا گیا ہے۔ تو جو لوگ روزہ رکھتے ہیں مگر غیبت سے پرہیز نہیں کرتے گویا وہ اپنی روزمرہ کی غذا اور پانی تو چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن کسی بھائی کا مردار گوشت چبا چبا کر کھاتے اور نگلتے ہیں۔ اس سے اُن کے روزہ پر جیسا کچھ اثر پڑتا ہو گا وہ ظاہر ہے۔

قیامِ رمضان یا تراویح

رمضان میں دن کے فرض روزوں کے علاوہ دوسری شبینہ عبادت "قیامِ لیل" (گویا تراویح) کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کو اگرچہ فرض نہیں کیا گیا ہے مگر ایک اعلیٰ درجہ کی اور بڑی برکت والی عبادت ہے، جن دلوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت اور اس کے ساتھ تعلق عبدیت کا کچھ حصہ ملا ہے وہی اُس لذّت اور سرمستی و محویت کو کچھ جان سکتے ہیں جو سارا دن بھوک پیاس کے مجاہدہ میں کاٹنے کے بعد دربارِ خداوندی کی اس حضوری میں ان کو حاصل ہوتی ہے۔

خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصلِ یارے

گویا دن کا روزہ، عاشقانہ جذب و خود فراموشی کا ایک مظاہرہ اور طالبِ صادق کا مجاہدہ تھا کہ کھانا پینا بھی بھلا دیا گیا تھا، اور رات کی یہ طویل قیام و قراءت والی نماز اُس عارفانہ سکون، اور عابدانہ عجز و نیاز کی صورت ہے جو اُس مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا ہی چاہیئے۔ اس نماز کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

کی یہ حدیث صحیحین کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں اللہ کے حضور میں ایمان و احتساب کی کیفیت کے ساتھ کھڑا ہو (یعنی اللہ و رسول کی باتوں پر پورا پورا یقین رکھتے ہوئے اور ان کے بتلائے ہوئے اجر و ثواب ہی کی امید اور طمع میں رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح) پڑھے، تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں کی نماز کی خاص طور سے ترغیب دیا کرتے تھے۔ مگر سختی کے ساتھ حکم نہیں فرماتے تھے۔ اور ترغیب کے سلسلہ میں آپ ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی۔)

(ف) ان احادیث میں "قیام رمضان" (رمضان کی راتوں

کی نماز) کا جو ذکر ہے جمہور کے نزدیک اس سے "تراویح" مراد ہے یا کہنا چاہیئے کہ "تراویح" اس کی ایک عام منظم شکل ہے۔ اس بارہ میں کچھ دقیق اور وسیع علمی بحثیں بھی ہیں جو اس ترغیبی مقالہ کے مناسب نہیں۔

(تنبیہ) اس "قیام رمضان" یا تراویح کے موجب مغفرت ہونے کے لیے بھی مندرجۂ بالا دونوں حدیثوں میں ایمان و احتساب کی شرط لگائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ عبادت بھی ایمان و احتساب کی کیفیت سے خالی ہو تو پھر روزہ کی طرح اس میں بھی مغفرت ذنوب کی تاثیر نہیں ہوتی، درحقیقت عبادات اور جملہ اعمال خیر کی رُوح ہی ایمان و احتساب ہے اس کے بغیر ہر عمل مُردہ اور بے جان قالب ہے۔

پس جو لوگ محض ماحول اور سوسائٹی کی عام ہوا کی وجہ سے روزے رکھتے ہیں یا بادلِ ناخواستہ محض اس وجہ سے تراویح میں شریک ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو کم ہمت نہ سمجھیں۔ یقیناً اُن کے روزے اور ان کی تراویح بالکل بے حاصل ہیں۔

رب صائم لیس له من صیامه	کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ ان کے
الا الجوع والظماء ورب	روزوں کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ

ثم لیس لہ من قیامہ	نہیں اور کتنے ہی راتوں کو نمازیں
لا السھر،	پڑھنے والے ہیں کہ ان کی نمازوں
(ابن خزیمہ وحاکم من ابی ہریرہ)	کا حاصل رات کے جاگنے کے سوا کچھ
	نہیں (یعنی ان کو اپنے روزوں اور اپنی
	رات کی نمازوں کا کوئی اجر و ثواب
	ملنے والا نہیں ۔

الغرض اعمال خیر کے فضائل میں ایمان و احتساب کی شرط ہر جگہ پیش نظر رہنی چاہیئے ۔ اعمال کی فضیلتیں اسی سے وابستہ ہیں ۔ فانما الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی (حدیث)

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے قصد اور اس کی رضا جوئی کی نیت اور ثواب اخروی کی طلب و طمع کے بغیر ہر عمل کھوکھلا اور بے جان ہے ۔

شب قدر

رمضان مبارک کے متعلق حضرت سلمان فارسی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ایک مفصل خطبہ شروع میں

نقل ہو چکا ہے اس میں گزر چکا ہے کہ "اس رمضان کے مہینہ میں شب قدر ہوتی ہے اور شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔"

شب قدر کی عظمت اور اہمیت کا ذکر قرآن مجید میں بلکہ اس کی ایک پوری سورت میں بھی کیا گیا ہے اور اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا اس کی عظمتیں ہمارے بیان بلکہ ہمارے فہم و ادراک کی حدود سے بھی باہر ہیں، یہ بیان فرمانے کے بعد کہ قرآن کو ہم نے شب قدر میں نازل کیا۔ (انا انزلناہ فی لیلۃ القدر) ارشاد فرمایا گیا ہے وما ادراک مالیلۃ القدر (تمھیں کیا پتہ لیلۃ القدر کیا ہے۔

پھر فرمایا گیا ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر "شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے پھر اُس کی برکات اور اس کی روحانی رحمتوں کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:۔

تنزّل الملٰئکۃ والروح	(فرشتے اور روح (روح القدس حضرت
فیھا باذن ربّھم من	جبرئیل) اس رات میں اپنے مالک کے
کل امرٍ سلام ھی حتیٰ	حکم سے تمام فیصلے لیکر اترتے ہیں سراسر سلامتی
مطلع الفجرؕ	کی رات ہے طلوع صبح صادق تک (برکتوں
	اور روحانی رحمتوں کا یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔)

قرآن مجید کی اس سورۃ سے لیلۃ القدر کے متعلق چار باتیں
صراحتہً معلوم ہوئیں۔ قرآن اسی رات میں نازل ہوا یعنی نازل ہونا
شروع ہوا۔

یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس کی عبادت کا اجر و ثواب
ہزار مہینے کی عبادت کے اجر و ثواب سے بھی زیادہ ہے۔

(او ماھو مرادہ تعالیٰ)

اس میں ملٰئکہ کا بکثرت نزول ہوتا ہے۔

یہ سلامتی کی رات ہے، اور اس رات میں یہ ساری برکتیں اور رحمتیں
صبح صادق تک رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کے لیے مہینوں میں جس طرح
رمضان کو منتخب کیا جو سب مہینوں سے اعلیٰ و اشرف اور سب
سے زیادہ رحمتوں اور برکتوں والا ہے، اسی طرح اس نے اس کے
نزول کے واسطے راتوں میں سے شبِ قدر کا انتخاب کیا جو سال کی ساری
راتوں میں افضل بلکہ بنص قرآن ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

"لیلۃ القدر" کی فضیلت و اہمیت کے بارہ میں قرآن مجید کے اس
بیان کے علاوہ احادیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند چیزیں
مروی ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبِ قدر
میں ایمان و احتساب کے ساتھ کھڑا ہو (یعنی اس رات
میں نوافل پڑھے) تو اس کے پہلے سب گناہ معاف
کردئیے جائیں گے (بخاری و مسلم)

(ف) اس حدیث میں بھی قیام لیلۃ القدر کے موجبِ مغفرت ہونے کو ایمان و احتساب کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اور ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ اعمال کی فضیلتوں میں یہ شرط عام ہے، ہر عمل میں فضیلت اور روحانیت اسی ایمان و احتساب سے آتی ہے، بلکہ یہ وہ اکسیر کی چٹکی ہے کہ مباحات کو طاعات اور عادات کو عبادات بنادیتی ہے۔

تنبیہ جن احادیث میں کسی عمل خیر کی یہ برکت اور تاثیر بتلائی جاتی ہے کہ ان کی وجہ سے پہلے یا بعد کے یا پہلے اور بعد کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اُن کے بارہ میں ہمیشہ یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اس سے مراد صرف صغیرہ گناہ ہوتے ہیں باقی کبیرہ گناہوں کے متعلق قرآن پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے اور علماءِ حق کا اس پر اتفاق بھی ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے[عہ]۔ رہا یہ سوال کہ پھر ان

عہ ہاں اللہ تعالیٰ چاہے معاف فرمادے۔

احادیث میں صراحۃً صغیرہ کی قید کیوں نہیں ذکر کی گئی؟ علماء نے اس کے چند جوابات دیئے ہیں جن میں اس عاجز کے دل کو سب سے زیادہ لگنے والا یہ ہے کہ عہدِ نبوی میں ایسے "مسلمان" کا تصور ہی نہیں تھا جو کبیرہ گناہ کرے اور پھر تائب بھی نہ ہو ـــــ کبائر کو بے فکری سے بطورِ عادت کے اختیار کر لینا اور اس فجور پر مطمئن اور مگن رہنا "نفاق" کا مقام ہے اگرچہ آج کل مسلمان کہلانے والوں میں ایسے بدکرداروں کی کتنی ہی کثرت کیوں نہ ہو گئی ہو ـــــ مسلمان کی اصل شان یہ ہے کہ اُس سے گناہ کبیرہ کبھی سرزد نہ ہو اور اگر کبھی شیطان اس سے ایسی حرکت کرا دے تو فوراً ندامت اور توبہ سے اسکے اثر کو دھو ڈالے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "شب قدر" میں حضرت جبرئیل فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اُترتے ہیں، اور اللہ کے جو بندے کھڑے یا بیٹھے عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں اُن کے واسطے یہ سب فرشتے خیر و رحمت کی دعا کرتے ہیں ......

(بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ)

(۳) امام مالک اپنی موطأ؀ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلی اُمتوں کے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں تو شاید آپ کو اپنی امت کی عمروں کو بہ نسبت اُن کے کم دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ میری امت کے لوگ عمل کے اُس درجہ تک نہ پہنچ سکیں گے جس پر اگلی امتوں کے یہ لوگ پہنچے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر و افضل ہے۔" (اور جس میں عبادت کرنے کا ثواب برسہا برس کی عبادت کے اجر و ثواب کے برابر ہے۔)

لیلۃ القدر کی تعیین کے بارہ میں مختلف احادیث اور اقوالِ علماء کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ حتمی طور پر اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے، ہاں عموماً یہ رات رمضان کے عشرہ اخیر کی راتوں میں اور علی الاغلب اس کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ پس چاہیئے کہ اس کی طمع و امید میں رمضان

؀ موطا کی یہ روایت بلاغات امام مالک میں سے ہے اور امام مالک کے بلاغات حجت مانے گئے ہیں ۱۲

کی ہر رات میں بالخصوص اس کے عشرہ اخیرہ کی راتوں میں اور خاص کر عشرہ اخیرہ کی بھی طاق راتوں میں عبادت اور دعا کا ضرور اہتمام کیا جائے ـــــ جیسا کہ معلوم ہو چکا قرآن مجید میں بھی اس ایک رات کو ہزار مہینوں سے بہتر بتایا گیا ہے جس کا مطلب یہ سمجھا گیا ہے کہ اس کی عبادت کا درجہ اللہ کے یہاں ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ہے، اور ہزار مہینوں کو اگر جوڑا جائے تو ۸۳ برس چار مہینے کا زمانہ ہوتا ہے، گویا جس کو اس رات میں عبادت کرنا نصیب ہو جائے تو علاوہ دوسری خاص رحمتوں اور برکتوں کے تراسی (۸۳) برس چار مہینے کی عبادت کے اجر کا مستحق ہوتا ہے، نہیں، بلکہ اس سے زیادہ کا کیونکہ قرآن مجید میں "لیلۃ القدر" کو ہزار مہینوں کے برابر نہیں بلکہ اُن سے بہتر فرمایا گیا ہے۔ اور اللہ کی قدرت اور اُس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ یفعل اللہ ماشاء و یحکم ما یرید

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد۔

بس ایک مہینے رمضان کی ۲۹ ـــ ۳۰ راتیں ہی نہیں بلکہ پورے سال کی ساری راتوں کا کچھ حصہ بھی اگر آدمی اس خیال سے عبادت، دعا اور توجہ الی اللہ کے لئے دے دیا کرے کہ ان میں کوئی رات ضرور ہی "لیلۃ القدر" ہوگی تو کوئی بڑی بات نہیں۔ ورنہ کم از کم رمضان

کی اور خاص کر اس کے عشرۂ اخیرہ کی راتوں میں تو ضرور ہی اس دولت کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

لیلۃ القدر کے بارہ میں ایک حدیث اور بھی یاد رکھنے کی ہے ـــــ

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا کہ حضرت! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو میں اللہ سے کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا یہ عرض کرو کہ ـ

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ اے میرے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے۔
اَلْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے بھی معاف فرمادے۔

(احمد، ابن ماجہ، ترمذی (مشکوٰۃ)

اعتکاف

رمضان مبارک کے خاص اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔

(۱) صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم

رمضان مبارک کے آخری دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ وفات شریف تک برابر یہی آپ کا دستور رہا۔"

(۲) اور حضرت انس رضہ کی روایت ہے کہ ایک سال آپؐ رمضان میں اعتکاف نہیں کرسکے تھے تو اگلے سال آپ نے ۲۰ دن کا اعتکاف کیا (ابوداؤد و ترمذی)

(۳) اور صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ رضہ کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ رمضان کے پہلے عشرہ میں معتکف ہوئے پھر دوسرے میں بھی آپ اعتکاف ہی میں رہے اور پھر تیسرا عشرہ بھی اعتکاف میں گذارا اس طرح آپ نے اس سال گویا پورے رمضان کا اعتکاف کیا۔"

اعتکاف کیا ہے؟ سب طرف سے منقطع ہوکر اللہ کے در پہ اور اس سے لو لگا کے بیٹھ جانا، روح کی تربیت و ترقی اور نفسانی قوتوں پر اس کو غالب کرنے کے لئے پورے مہینے رمضان کے روزے تو تمام افراد امت پر فرض کئے گئے گویا کہ اپنے باطن میں ملکوتیت کو غالب اور بہیمیت کو مغلوب کرنے کے لئے اتنا مجاہدہ اور نفسانی خواہشات کی اتنی قربانی تو ہر مسلمان کے لئے لازم کردی گئی

کہ وہ سال کے اس محترم اور مقدس مہینہ میں اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی عبادت کی نیت سے دن کو نہ کھاوے، نہ پیوے، نہ بیوی سے متمتع ہو، نہ فضول باتیں کرے اور نہ فضول و بیہودہ کاموں میں کوئی حصہ لے، گویا پورا مہینہ ان پابندیوں کے ساتھ گزار دے سو یہ مجاہدہ کا وہ عام نصاب ہے جس کی تکمیل ہر فرد امت کے لئے ضروری ہے، اور اس سے آگے روحانی تربیت، تعلق باللہ میں ترقی اور ملکوتی لطائف کے تزکیہ اور ملاء اعلیٰ و خطیرۃ القدس سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے کا خاص نصاب اعتکاف ہے، جس میں مذکورہ بالا روزہ کی عام پابندیوں کے علاوہ آدمی سب طرف سے کٹ کے اور گویا سب سے ہٹ کے اللہ ہی کے آستانہ پر اور اسی کے قدموں میں جا پڑتا ہے دن رات اسی کے در پہ پڑا رہتا ہے اس کو یاد کرتا ہے، اسکے دھیان میں رہتا ہے اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے، اس کے قہر و جلال سے ڈرتا ہے اور اپنے گناہوں اور اپنی کوتاہیوں پر روتا ہے اور اس سے رحمت و مغفرت مانگتا ہے۔ گویا ان دنوں میں وہ اپنے آپ کو دنیا اور اس کے سارے جھمیلوں سے بے تعلق کر کے ایک دوسرے عالم میں پہنچ جاتا ہے جہاں بس وہ بندہ سرفگندہ ہوتا ہے اور اس کا وہ ربِ کریم جس کے بحر کرم کی موجوں کو سوا اس کے کوئی گن بھی نہیں سکتا بھر

کون اندازہ کرسکتا ہے بخشش و عطا کی اس بارش کا جو اس خاص عالم میں اس بندہ پر ہوتی ہوگی۔ "کراماً کاتبین راہم خبر نیست"۔

فی الحقیقت اعتکاف اگر شعور و اخلاص کے ساتھ ہو تو آخرت کے بے حساب اجر و ثواب کے علاوہ تربیتِ روح اور تزکیۂ لطائف کے لیے اکسیر و کیمیا کا نسخہ اور اللہ کے لطف و کرم کے خزانوں کی کلید ہے۔

معلوم ہو چکا ہے کہ رمضانِ مبارک اللہ کے نزدیک سب مہینوں سے افضل ہے، اور بالخصوص اس کے یہ آخری دس دن اور دس راتیں رمضان کے بقیہ دنوں اور راتوں سے بھی افضل ہیں، انھیں میں قرآن نازل ہوا اور اکثر و بیشتر لیلۃ القدر بھی انھیں میں ہوتی ہے۔

غرض یہ پورا عشرہ اپنے انوار و برکات کے لحاظ سے سال کے بقیہ تمام دنوں میں ممتاز ہے، اللہ کا دریائے رحمت اِن دنوں جوش میں ہوتا ہے اور لطف و کرم کی گھٹائیں عالم کو گھیر لیتی ہیں، ایک ایک رات میں برسوں کی منزلیں طے ہو جاتی ہیں پس اللہ کے جو باتوفیق بندے ان دنوں اور ان راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اعتکاف کی شکل میں ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس کے آستانۂ کرم پر سر

رکھ کر پڑ جائیں ان کی بہرہ مندی اور خوش نصیبی کا کیا کہنا ہے
وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون ہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اس مبارک مہینہ اور بالخصوص اس کے عشرۂ اخیرہ کے انوار و برکات اور دریائے رحمت کے جوش و تلاطم کو گویا آنکھوں سے دیکھتے تھے اس لیے عادت شریفہ تھی کہ آپ کی عبادت اور مجاہدہ کی مقدار رمضان مبارک میں دوسرے مہینوں کے لحاظ سے بہت بڑھ جاتی تھی اور پھر اسکے آخری دس دنوں میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تمام دوسرے مہینوں سے زیادہ عبادت میں کوشش اور جدوجہد کرتے تھے اور اس کے آخری دس دنوں میں دوسرے تمام دنوں سے زیادہ (مسلم)

(۵) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رمضان کی آخری دس راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور کمر کس لیتے تھے (اور دعا و عبادت

وغیرہ میں) بہت جدوجہد کرتے تھے (بخاری ومسلم)

عید الفطر:-

اسلام دینِ فطرت ہے اور اس میں فطرتِ انسانی کے تقاضوں کی آخری ممکن حد تک رعایت رکھی گئی ہے، رمضان مبارک کا مہینہ روحانیت اور ملکوتیت میں ترقی کے لیے بظاہر بہت خشک مجاہدہ کا مہینہ تھا۔ دن کو روزہ اور رات کو تراویح، اور توفیق ملے تو اس کے علاوہ بھی اور نوافل میں مشغولیت اور ذکر تلاوت کی کثرت۔

اب جب یہ مہینہ ان اشغال میں اور اس مجاہدہ اور ریاضیت کے ساتھ ختم ہو گیا تو انسانیت کے دونوں پہلوؤں (مادیت اور ملکوتیت) کے تقاضوں میں اعتدال اور توازن قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوا کہ ان بندوں کے لئے نشاط و انبساط کا بھی کوئی خاص موقع اور مناسب ماحول فراہم کیا جائے۔ چنانچہ رمضان کے ختم پر شوال کی پہلی تاریخ کو یوم العید قرار دیا گیا ——— یہ مسرت و شادمانی اور تشکر و امتنان کا دن ہے، مسرت اس بات کی اور شکر و سپاس اس امر کا کہ حق تعالیٰ نے رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہونے کی توفیق دی، روزے رکھوائے، قرآن پاک پڑھوایا، اور سنوایا، اور محض اپنے فضل و

کرم سے اس مبارک مہینہ کے دنوں اور راتوں میں عبادت وانابت کا کوئی حصہ عطا فرمایا۔

پھر اس عید کی مسرت وشادمانی میں بھی خداپرستی کے عناصر کو ایسا سمویا گیا کہ قالب اگرچہ جشن ونشاط اور سرور وانبساط کا ہے لیکن روح اُس میں بھی عبدیت وانابت کی ہے۔

حکم ہے کہ آج سب سے پہلے، نہانے، دھونے، اور کپڑے بدلنے سے بھی پہلے کرنے کا کام یہ ہے کہ جو لوگ کچھ وسعت رکھتے ہوں (باصطلاح شرع جو صاحبِ نصاب ہوں) وہ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے مقررہ مقدار کے مطابق (جو عام طور پر معلوم ہوتی ہے) اپنے حاجتمند قرابت داروں اور پڑوسیوں کو یا پھر جو بھی اہلِ حاجت غربا ومساکین ان کے علم میں ہوں ان کو صدقہ ادا کریں۔

(اس صدقہ کی حکمت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ بیان فرمائی ہے کہ روزوں میں جو ناروا اور نامناسب حرکتیں لوگوں سے ہو جاتی ہیں (مثلاً فضول اور بیہودہ باتیں کرنا) سو یہ صدقہ فطر ایک تو اس قسم کی باتوں کا کفارہ اور فدیہ ہے دوسرے

اس سے اللہ کے مسکین و غریب بندوں کی مدد ہو جاتی ہے اور پھر وہ بھی مطمئن ہو کر عید کی خوشیوں میں شریک ہونے کے قابل ہو جاتے ہیں۔)

صدقۂ فطر کے علاوہ عید کے دن کا دوسرا خاص عمل نمازِ عید ہے اس کی حیثیت بھی یہ ہے کہ اس مبارک اور مقدس مہینے کے حقوق و فرائض کی ادائیگی اور اس کی برکات کی قدردانی میں جو کوتاہیاں ہم سے ہوئیں اجتماعی طور سے ان کی استدعار معافی کا، اور جو بے حساب رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئیں اُن کی شکر گذاری کا، اور جن اعمال صالحہ کی توفیق ملی ان کی اجر طلبی کا یہ ایک خاص اجتماعی موقع ہے جو خود رب کریم نے اپنے بندوں کے لئے مہیا فرمایا ہے۔

صدقۂ فطر اور نمازِ عید کے علاوہ آج تکبیر و تہلیل کی کثرت کا بھی خاص طور سے حکم ہے حتیٰ کہ نمازِ عید کی دونوں رکعتوں میں حنفیہ کی تحقیق کے مطابق تین تین اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ تکبیریں بڑھا دی گئی ہیں، اور عید گاہ کے راستہ میں بھی آتے جاتے تکبیر و تہلیل اور تحمید کا جامع کلمۂ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد ؕ وردِ زبان رکھنے کا حکم ہے۔

سبحان اللہ یہ ہے اسلامی عید اور اللہ رسولؐ کا بتلایا ہوا یوم جشن و نشاط کہ نہادھو کر اچھے کپڑے پہننے کا بھی حکم ہے، نفیس سے نفیس جو خوشبو میسر ہو اس کے لگانے کا بھی حکم ہے۔ کھانا، پینا بھی مرغوب و محبوب عہ ہے اور تفریح و خوش طبعی کے لئے جائز قسم کے کھیل کود کی بھی ہمت افزائی کی گئی عہ ہے۔ کہ جشن و نشاط کے دنوں اور سرور و انبساط کی ساعتوں میں یہ چیزیں انسانی فطرت کی مانگ ہیں۔ تفریحی اور جشنی عناصر کے ساتھ ساتھ، صدقہ ہے، نماز ہے۔

عہ "فانہا ایام اکل و شرب و ذکر اللہ" والی حدیث سے میں نے یہ سمجھا ہے ۱۲ منہ عہ چنانچہ روایات میں ہے کہ عید کے دن کاشانۂ نبوت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس دو بچیاں دف بجا بجا کے کچھ گا رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے۔ اسکے اثنا میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے اور اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ کو ٹوکا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعہما یا ابابکر ان لکل قوم عید و ھذا عیدنا۔ (ابوبکر! چھوڑ دو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔) نیز صحیح حدیثوں میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک عید کو مدینہ میں حبشیوں نے اپنے طرز پر ڈھالوں اور بھالوں سے کوئی کھیل کھیلا (جیسا کہ گدکا اور بنوٹ والے کھیل کرتے ہیں) تو حضورؐ نے خود اس کو دیکھا، اور جیسا کہ بعض روایات میں ہے بیچ بیچ میں دو کلمہ یا بنی ارفدہ کہہ کہہ کے آپؐ نے داد بھی دی اور ان کی ہمت افزائی کے لئے گویا اپنی دلچسپی کا اظہار بھی فرمایا۔

دعا ہے، استغفار ہے، تکبیر ہے، تہلیل ہے، بس یہ ہے ہماری عید "ان لکل قوم عیداً وھذا عیدنا" (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد) اس دن اللہ پاک اپنے بندوں سے جو رمضان کو عبادات و مجاہدہ میں گزار کے نماز عید پڑھنے کے لئے گھروں سے نکلتے ہیں، کتنا خوش ہوتا ہے اور کس لطف و کرم سے ان کی دعا و عبادت کا استقبال کرتا ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے۔

منذری نے "ترغیب و ترہیب" میں ابوالشیخ، ابن حبان اور بیہقی کے حوالے سے رمضان اور عیدالفطر کے متعلق ایک طویل حدیث نقل کی ہے عید کے متعلق اس کا آخری حصّہ یہ ہے۔

"عید کے دن جب مسلمان نماز عید ادا کرنے کے لیے عیدگاہ (یا مسجد) جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فرشتوں سے فرماتا ہے (بتلاؤ) جو مزدور اپنے متعلق کیا ہوا کام پورا کر دے اسکو کیا معاوضہ ملنا چاہئے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں خداوندا! اس کا معاوضہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دیدی جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے میرے فرشتو میں تم کو بھی گواہ بناتا ہوں کہ ان لوگوں کے روزوں اور رات کی

ان کی عبادت کے بدلہ میں نے ان کو اپنی رضا اور مغفرت عطا فرما دی (پھر نماز عید کے لیے حاضر ہونے والے ان بندوں سے خطاب رحمت ہوتا ہے کہ) اے میرے بندو! جو تم کو مانگنا ہو مانگو، میرے عزت و جلال کی قسم، آج اس موقعہ پر تم آخرت کی جو چیز بھی مجھ سے مانگو گے میں ضرور تم کو وہ عطا کروں گا اور دنیا کے متعلق بھی تم جو دعا کرو گے اس کے بارہ میں خود تمہاری ہی مصلحت پر نظر کر کے تمہارے لیے بہتر فیصلہ کروں گا، میرے زور و قوت کی قسم تم جبتک میرا اور میرے احکام کا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا اور قسم میری عزت و جلالت کی میں تمہیں مجرموں کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔ اب تم بخشے بخشائے گھروں کو واپس جاؤ تم نے رمضان میں مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے خوش ہوں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

تکملہ متعلق سحور و افطار

(رمضان مبارک اور اس کے متعلقات پر جتنا لکھنے کا ارادہ کیا گیا تھا وہ لکھا جا چکا ہے۔ اتمام فائدہ کے لئے سحور و افطار کے متعلق یہ تکملہ اور اضافہ کیا جاتا ہے۔)

رُوحانی ترقی کے خواہشمندوں میں، اکثر غلُو اور دقّت پسندی کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے، یعنی وہ دینی کاموں میں ہر موقع پر زیادہ تکلیف اور مشقت ہی کا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، اور پھر ان کو دیکھ دیکھ کر دوسروں کی نظروں میں بھی دینداری اور خدا رسی کا معیار اُن کا یہی طرزِ عمل قرار پا جاتا ہے اور اس طرح ایک ایسی چیز کو جو شرعًا مقصود و مطلوب نہیں ہوتی مقصود شرعی سمجھا جانے لگتا ہے اور اسی کا نام "تحریف" ہے ـــــ دوسرا ضرر اس کا یہ ہوتا ہے کہ جمہور عوام اپنے ان "اکابرِ مذہب" اور پیشوایانِ دین کو دیکھ دیکھ کر دینداری صرف اُن کے اس غالیانہ طرزِ عمل میں منحصر سمجھنے لگتے ہیں اور اپنے میں جب اس مشکل طریقہ پر چلنے کی ہمت نہیں پاتے تو ناچار دینی سعادتوں سے اپنی محرومی پر قناعت کر کے اپنے لیے خالص دنیادارانہ زندگی کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ گزشتہ ملّتوں کی تاریخ اس

قسم کے مفاسد سے بھری پڑی ہے۔

روزہ میں بالخصوص، اس قسم کے غلو اور دقت پسندی کا ستایہ دوسرے تمام دینی اعمال و اشغال سے زیادہ خطرہ تھا اس لیے اس بارہ میں متعدد ایسے احکام دیے گئے جن سے اس خطرہ کا سدّباب ہو سکے۔

الف۔ صوم وصال سے (یعنی اس طرح مسلسل روزے رکھنے سے کہ درمیان میں رات کو بھی مطلقاً کچھ نہ کھایا پیا جائے) سختی کے ساتھ منع فرمادیا گیا

ب۔ روزہ کے وقت کو طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب کے وقت تک محدود کر کے صبح صادق سے کچھ پہلے (سحری) اور غروب آفتاب کے وقت (افطار) میں کچھ کھانے پینے کی صرف اجازت نہیں بلکہ ترغیب دی گئی۔

ج۔ سحری دیر سے کھانے اور افطار میں عجلت کرنے پر زور دیا گیا اور اس میں زیادہ ثواب رکھا گیا ہے یہ سب یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے تم کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا) کی تفسیر ہے۔

اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یہ ہیں۔

(۱) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔
(بخاری، مسلم وغیرہ)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سحری کھایا کرو تاکہ دن کو روزہ رکھنے کی طاقت حاصل ہو، اور قیلولہ کیا کرو (یعنی دوپہر کو کچھ سو لیا کرو) تاکہ رات کو اٹھنے میں اس سے مدد ملے۔ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ، بیہقی)

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سحری کھانا سراسر برکت ہی برکت ہے اس کو چھوڑا نہ جائے چاہے پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں، (احمد)

(۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جبتک افطار میں جلدی کرتے رہیں۔
(بخاری، مسلم، ترمذی)

(۵) حضرت یعلی بن مرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں (۱) افطار میں دیر نہ کرنا (۲) سحری میں تاخیر کرنا (۳) نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یعنی دست بستہ کھڑا ہونا۔

ف۔ ان تینوں باتوں میں چونکہ عبدیت اور اپنی محتاجی و نیازمندی کا خاص طور سے اظہار ہے، غالباً اس لئے یہ تینوں باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، نماز میں دست بستہ کھڑے ہونے میں تو عبدیت کی شان ظاہر ہے اور سحر تاخیر سے کھانا اور افطار میں عجلت کرنا بھی مالک کی نعمت اور اس کے رزق کے لئے اپنی طمع اور محتاجی ظاہر کرنے والی ایک ادا ہے اور یہ بھی عبدیت کی خاص شان ہے ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دین　　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اور اس کے برعکس سحری میں دیر کا اور افطار میں عجلت کا اہتمام نہ کرنا ایک طرح سے اپنی قوت اور برداشت کی نمائش اور اللہ کے رزق سے استغنا کی ایک صورت ہے یا کم از کم اس میں اس کا شائبہ ہے۔ نیز اس میں غلو اور رہبانیت پسندی کا بھی خطرہ ہے جس سے امت کی حفاظت کا بہت اہتمام کیا گیا ہے۔

واللہ اعلم باسرار دینہ

تلاوتِ قرآن کے متعلق

ایک مسئلہ کی تحقیق

از محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تعارف

رسالہ "برکات رمضان" میں ایک بزرگ کا یہ معمول نقل کیا گیا ہے کہ وہ رمضان مبارک میں دوسرے اذکار و تسبیحات کے علاوہ قرآن مجید کے ساٹھ سے زیادہ ختم کر لیتے ہیں...... ایک دفعہ "الفرقان" میں ان بزرگ کے اس معمول کا تذکرہ کیا گیا تو ایک صاحب علم نے مجھے لکھا کہ "ان بزرگ کا یہ طرز عمل قابلِ مدح اور لائق تقلید نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں پورا قرآن ختم کرنے سے صراحۃً منع فرمایا ہے اور عمل بھی آپ کا یہی رہا کہ آپ نے کبھی ایک دن میں پورا قرآن ختم نہیں فرمایا۔ حالانکہ اگر یہ کوئی اچھا کام ہوتا تو آپ ضرور اس کو کرتے۔"

ناچیز نے اسی زمانہ میں اس کا جواب لکھا تھا، جو ماہِ شوال ۱۳۷۸ھ کے الفرقان میں شائع ہو گیا تھا۔ اب مناسب معلوم ہوا کہ رسالہ "برکات رمضان" کے ساتھ ہی ضمیمہ کے طور پر اس کو بھی شائع کر دیا جائے تاکہ اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہو تو اس مضمون کے مطالعہ کے ذریعہ اس کو رفع کر لیا جائے۔ ناظرین کرام اس مضمون کو آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیشک بعض احادیث میں اس کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو جو روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے اس سے منع فرمایا پھر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو ثلث دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی اجازت نہیں دی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے انکو ۵ دن میں ختم کرنے کی اجازت دی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آخر میں ۳ دن میں ختم کرنے کی بھی اجازت دی اور اس سے کم میں ختم کرنے سے منع فرمایا۔

اس بارہ میں سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ واضح حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) کی ہے یہ اجمال و تفصیل اور الفاظ و عنوان کے کچھ فرق کے ساتھ صحیحین میں بھی ہے اور سنن میں بھی۔ زیر بحث مسئلہ پر زیادہ روشنی چونکہ صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ سے پڑتی ہے اس لیے میں اسی کے الفاظ نقل کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بیان فرماتے ہیں۔

کنت اصوم الدھر واقرء القرآن کل لیلۃ فاما ذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واما ارسل الی فاتیتہ، فقال لی الم	میں ہمیشہ (بلاناغہ) روزہ رکھا کرتا تھا اور ہر رات میں (یعنی نوافل میں) پورا قرآن پڑھا کرتا تھا پس یا تو کسی نے میرے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا اور آپ خود

اخبرانك تصوم الدهر و
تقرء القرآن كل ليلة
فقلت بلٰى يا نبى الله ولم
اُرد بذالك الا الخير
قال فان بحسبك ان تصوم
من كل شهر ثلثة ايام
قلت يا نبى الله انى اطيق
افضل من ذالك..... قال
فصم صوم داؤد نبى الله
فانه كان اعبد النّاس
قال واقرء القرآن فى كل
شهر قلت فانى اطيق افضل
من ذالك قال فاقرء فى كل
عشرين قلت انى اطيق افضل
من ذالك قال فاقرء فى
كل عشر قلت يا نبى الله
انى اطيق، افضل من۔

تشریف لائے یا آپ نے مجھے بلوایا اور میں آپ کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ مجھے
خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور ہر رات میں
پورا قرآن پڑھتے ہو، میں نے عرض کیا ہاں یا
رسول اللہ! اور میں یہ ثواب ہی کی نیت سے کرتا ہوں،
اسکے سوا میرا کچھ مقصد نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا
تمھیں اتنا کافی ہے کہ ہر مہینہ میں بس تین روزے رکھ
لیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ
کی پوری طاقت رکھتا ہوں..... آپ نے فرمایا تو پھر
زیادہ سے زیادہ یہ کرو کہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام
کے طریقہ پر روزے رکھا کرو، وہ اللہ کے بڑے
عبادت گزار بندے تھے (انکا طریقہ یہ تھا کہ ایک
دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے)
اور ختم قرآن کے بارہ میں آپ نے فرمایا کہ ہر مہینہ میں
ایک قرآن پورا کر لیا کرو، میں نے عرض کیا کہ میں
اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو
بیس دن میں پڑھ لیا کرو، میں نے عرض کیا میں اس سے

ذالک قال فاقرءہ فی سبع ولا تزد علی ذالک فان لزوجک علیک حقاً ولزورک علیک حقاً ولجسدک علیک حقاً قال عبد اللہ فشددتُ فشُدِّدَ علَیَّ

(صحیح مسلم باب النہی من صوم الدہر)

زیادہ کی پوری طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو پھر دس دن میں ایک قرآن پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا سات دن میں قرآن پورا کر لیا کرو اور اس سے زیادہ نہ کرو کیونکہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے ملنے والوں اور مہمانوں کا بھی تم پر کچھ حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سختی کی یعنی نفس کے لئے مشقت کی راہ اختیار کی تو مجھ پر سختی ڈالی گئی۔

اس روایت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں۔

(۱) ایک یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ہر رات میں یعنی روزانہ تہجد میں پورا قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ گفتگو اسی کے متعلق کی تھی۔

(۲) دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اُن کو ایک مہینہ میں ایک قرآن ختم کرنے کا مشورہ دیا پھر جب انھوں نے عرض کیا کہ میں بآسانی اس سے زیادہ کر سکتا ہوں تو آپ نے بیس دن میں ایک قرآن ختم کرنے کا مشورہ دیا اور جب انھوں نے اس کے بعد بھی یہ عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ بھی

بآسانی کر سکتا ہوں تو آپ نے ان کو دس دن میں اور اس کے بعد عرض کرنے پر سات دن میں ایک ختم کرنے کی اجازت دے دی اور اس سے زیادہ سے منع فرما دیا۔ (صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں آخری اجازت سات ہی دن کی ہے)۔

(۳) تیسری بات حدیث کے آخری الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ زیادہ پڑھنے سے آپ نے ان کو صرف اسلئے منع فرمایا کہ ان کی بیوی اور ان کے پاس آنے جانے والوں کی حق تلفی نہ ہو اور جسمانی صحت پر کوئی زیادہ برا اثر نہ پڑے۔

اور جامع ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آخری دفعہ عرض کرنے پر پانچ دن میں ختم کرنے کی اجازت دی اور اس سے کم میں ختم کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ (ترمذی ص ۱۱۸ ج ۲)

اس روایت سے اور اس کے علاوہ بھی کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سات دن سے کم میں یا پانچ دن سے کم میں ختم کرنے سے منع فرمانا اس وجہ سے تھا کہ ایسا کرنا فی نفسہ کوئی بری بات ہے۔ بلکہ روایت میں صاف تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ مشورہ اس لیے دیا تھا کہ ان کے اہلِ خانہ کی اور دوسرے لوگوں کی حق تلفی نہ ہو اور غیر معمولی تعب و مشقت سے ان کی جسمانی صحت پر کوئی زیادہ خراب اثر نہ پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کو آپ نے تین دن میں ختم کرنے کی بھی اجازت دی چنانچہ مجمع الزوائد میں بحوالہ مسند احمد و کبیر طبرانی سعید بن منذر انصاری سے مروی ہے

قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اقرء القرآن فی ثلث قال نعم فکان یقرءہ حتی توفی۔
مجمع الزوائد صفحہ ۲۶۹ ج ۲

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، میں تین دن میں پورا قرآن پڑھا کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ زندگی بھر ان کا یہی معمول رہا اور تین دن میں قرآن ختم کرتے رہے۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کہ تین دن میں پورا قرآن ختم فرمانے کا ان کا معمول تھا چنانچہ مجمع الزوائد ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے متعلق اس کی روایات موجود ہیں (مجمع الزوائد جلد ثانی باب کم یقرأ فی اللیل)

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو سات دن سے کم میں یا پانچ دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی اجازت جن وجوہ سے نہیں دی وہ ایسی چیزیں نہیں ہیں جن میں سب کا حال یکساں ہو بلکہ بعض لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جن کے احوال میں اس سے زیادہ کی گنجائش ہو، چنانچہ جن صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن میں ختم کرنے کی اجازت دی ان کے حالات ایسے ہی ہوں گے۔ اور امام ترمذی نے ابواب القراءۃ میں اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کیا ہے۔

وروی عن عثمان بن عفان انه کان یقرء القرآن فی رکعۃ یوتر بھا صحیح ۲/۱۱۸ — اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر لیتے تھے یہ ان کا وتر ہوتا تھا۔ (یعنی وتر کی ایک رکعت اتنی طویل پڑھتے تھے۔)

اور حضرت مولانا عبد الحیی فرنگی محلی رح نے اپنے رسالہ "اقامۃ الحجہ" میں تمیم بن اوس بن خارجہ صحابی کے متعلق بھی کتاب الانساب للسمعانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے تھے ان کے علاوہ قتادہ و سعید بن جبیر[1] وغیرہ متعدد اکابر تابعین کے متعلق بھی ایسا ہی نقل کیا گیا ہے[2]۔ تو ان سب حضرات کے اس طرز عمل کی توجیہ بھی یہی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے اپنے حالات میں اس کی گنجائش سمجھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو "نہی شفقت" پر محمول کیا اور کسی غور کرنے والے کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کا حضرت عبد اللہ ابن عمرو کو سات دن سے کم میں یا پانچ دن سے کم میں ختم کرنے سے منع فرمانا شفقت ہی کی بنا پر تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ آپ نے ان کو پہلے

---

[1] فی الترمذی وروی عن سعید بن جبیر انہ قرء القرآن فی رکعۃ فی الکعبہ صحیح ۲/۱۱۸

[2] قال الحافظ فی الفتح وثبت عن کثیر من السلف انہم قرء القرآن فی دون ذالک (ای فی اقل من ثلث) فتح الباری صحیح ۲۱/۲۲

ایک مہینہ میں ختم کرنے کے لئے کہا اور اس کے بعد بار بار ان کے عرض کرنے پر کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں سات دن تک یا پانچ دن تک کی اجازت دی اگر بالفرض یہ نہی تحریم یا نہی کراہت ہوتی تو آپ ان کے عرض کرنے پر اپنے حکم کو نہ بدلتے اور دوسروں کو تین دن تک کی اجازت نہ دیتے۔ بہر حال اس کو تحریم یا کراہت کی نہی سمجھنا اور ایک دن میں پورا قرآن ختم کرنے کو مطلق معصیت یا امر قبیح قرار دینا صحیح نہیں بلکہ ایک قسم کا غلو ہے۔[1]

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مذکورہ بالا روایت و نیز اس مضمون کی دوسری روایات کا تعلق صرف قیام لیل یعنی تہجد میں قرآن مجید ختم کرنے سے ہے۔ صحابہ کرام تہجد ہی میں قرآن مجید زیادہ پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرو وغیرہ جن حضرات کے متعلق اس کا ذکر آتا ہے کہ وہ روزانہ پورا قرآن ختم کیا کرتے تھے تو ان کا معمول رات کے نوافل ہی میں ختم کرنے کا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرو کی جو روایت اوپر نقل کی گئی ہے اس کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔

---

[1] حافظ ابن حجر اسی حدیث کی شرح میں فتح الباری میں فرماتے ہیں واغرب بعض الظاہریہ فقال یحرم ان یقرء القرآن فی اقل من ثلٰث وقال النووی اکثر العلماء علی انہ لا تقدیر فی ذالک وانما ہو بحسب النشاط والقوۃ فعلی ہذا یختلف باختلاف الاحوال والاشخاص۔ فتح الباری جز ۹ ص ۲۲

اور امام بخاری نے عبد اللہ بن عمرو کی اس حدیث کا "قیام لیل" کے ابواب کا ذکر کر کے گویا اس پر تنبیہ کر دی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ روزانہ رات کے نوافل میں پورا قرآن ختم کرنا اور اس کو بھی مستقل اور دوامی معمول بنا لینا یقیناً بڑا سخت مجاہدہ ہے اور اس میں اہل و عیال کے اور دوسرے اپنے ملنے والوں کے حقوق کے ضائع ہونے کا اور جسمانی صحت پر اثر پڑنے کا قوی خطرہ ہے اس لیے عام حکم اس کا یہی ہوگا کہ لوگوں کو اس سے منع کیا جائے لیکن اگر کبھی کبھی ایسا ہو، یا سال میں چند دنوں کوئی ایسا کرے (جیسا کہ حضرت قتادہ تابعی کے متعلق روایات میں ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں روزانہ رات کو ایک قرآن ختم کرتے تھے) یا کوئی اللہ کا بندہ اپنا معمول ایسا مقرر کرے کہ مثلاً دو تین منزلیں تہجد میں پڑھ لیا کرے اور باقی چند گھنٹے دن میں تلاوت کر کے پورا قرآن ختم کر لیا کرے اور اس شخص کے حالات ایسے ہوں کہ طرز عمل کی وجہ سے دوسرے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوئی خلل نہ پڑے تو ایسے شخص کے اس طرز عمل کو خلاف شرع یا خلاف منشار نبوی قرار دینا یقیناً غلط ہوگا۔

ہاں اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہی کی ایک روایت بھی قابل ذکر ہے، یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد میں ہے

اور اس کے الفاظ صرف اتنے ہیں:۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لم یفقہ من قرء القرآن فی اقل من ثلاث	عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا اس نے سمجھ کر نہیں پڑھا۔
ترمذی صفحہ ۱۱۸ ج ۲	

اس کے متعلق پہلی بات تو یہی ہے کہ اس کا تعلق بھی صرف قیام لیل سے ہے اس کا ایک قرینہ تو یہی ہے کہ عہد صحابہ میں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا عام دستور تہجد ہی میں زیادہ قرآن پڑھنے کا تھا اور دوسرا قرینہ بلکہ دوسری دلیل یہ ہے کہ "فقہ قرآن" سے مراد اگر اس کے دقائق اور معارف کا سمجھنا ہو تو وہ تو مہینوں اور سالوں میں بھی مشکل ہے[۱]

---

[۱] شیخ ابن القیم زاد المعاد میں ___ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے ناقل ہیں ___

دخلت علی امرأۃ وانا اقرء سورۃ ہود فقالت یا عبدالرحمٰن ہکذا تقرء سورۃ ہود واللہ انی فیہا منذ ستۃ اشہر وما فرغت من قراءتہا (زاد المعاد برہامش زرقانی صفحہ ۳۳۰ ج ۱)

میں سورہ ہود کی تلاوت کر رہا تھا کہ اللہ کی ایک بندی آ گئی اور اس نے کہا عبدالرحمٰن تم سورہ ہود کو اس طرح پڑھتے ہو؟ خدا کی قسم چھ مہینے سے یہ سورہ ہود پڑھ رہی ہوں اور ابھی ختم نہیں کر سکی ہوں۔ تو فقہ قرآن کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ چھ مہینے میں سورہ ہود بھی ختم نہ ہو۔ ۱۲

اور اگر اس کے ظاہر معنی کا فہم مراد لیا جائے (جیسا کہ ظاہر اور متبادر ہے اور جیسا کہ شارحین نے سمجھا ہے) تو قرآن کی زبان اور اس کے اسلوب بیان کا ہر جاننے والا یقیناً ایک دن میں تہائی قرآن سے بہت زیادہ بلکہ بہت سے اللہ کے بندے پورا قرآن اس کے سادہ معنی کے فہم کے ساتھ ختم کر سکتے ہیں ــــــ یہ عاجز ایسے بہت سے حضرات کو جانتا ہے جو قرآن پاک کے ظاہر معنی کے فہم کے ساتھ پورا قرآن مجید ایک دن میں ختم کر سکتے ہیں اور کر لیتے ہیں۔ اس لیے اس حدیث کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ جو شخص تہجد میں تہائی قرآن سے زیادہ پڑھے وہ سمجھ کر نہیں پڑھ سکے گا اور بیشک عام حال یہی ہے۔

دوسری بات اس حدیث کے بارہ میں یہ قابل لحاظ ہے کہ اس میں قرآن کے سمجھنے کی نفی کی گئی ہے ثواب کی اور مقبولیت کی نفی نہیں کی گئی ہے ــــــ پس اگر کوئی شخص تہجد میں کبھی تہائی قرآن سے زیادہ پڑھے اور بلا سمجھے پڑھے (خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم) تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس نے سمجھ کر نہیں پڑھا اور اس لیے فہم قرآن کی فضیلت وہ حاصل نہیں کر سکا لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کوئی اچھا کام نہیں کیا یا وہ اجر و ثواب اور قبول عند اللہ کا مستحق نہیں ہے ــــــ

ہاں اگر کوئی شخص اس کو مستقل معمول بناتا ہے اور اسکی وجہ سے اس سے

متعلق دوسرے حقوق اللہ یا حقوق العباد میں خلل پڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا یہ طرزِ عمل شریعت کی نگاہ میں صحیح نہ ہوگا لیکن اس میں تہائی قرآن سے کم یا بیش کی کوئی خصوصیت نہیں، اگر بالفرض کوئی شخص تہجد میں روزانہ صرف ایک ہی منزل پڑھنے کا اپنا معمول مقرر کرتا ہے اور اس کے خاص حالات ایسے ہیں کہ اس معمول کی وجہ سے اس کے متعلقہ فرائض اور حقوق پر اثر پڑتا ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ وہ اس معمول میں بھی تخفیف کرے اور اس کے لئے یہ تخفیف کرنا ہی افضل ہوگا۔

یہاں تک تو مسئلہ کی تحقیق اور اس سے متعلق احادیث کی مختصر تشریح ہوئی، آخر میں یہ امر عرض کرنا ہے کہ میں نے "الفرقان" میں جن بزرگ کے متعلق یہ ذکر کیا تھا کہ وہ رمضان مبارک میں دوسرے اذکار و تسبیحات کے علاوہ ۳۰ سے زیادہ قرآن ختم کر لیتے ہیں ان بزرگ کا معمول یہ ہے کہ وہ رمضان مبارک میں روزانہ دس دفعہ تین سوا تین پارے (چند دفعہ دن رات کی نفل نمازوں میں اور چند دفعہ نمازوں سے باہر غرض کل تین سوا تین پارے) یومیہ دس دفعہ پڑھتے ہیں اور اس طرح رمضان کے مہینے کے ختم کے ساتھ قرآن مجید کے ان کے ۳۰ سے زیادہ ختم پورے ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل کسی طرح بھی کسی

حدیث کے خلاف نہیں پڑتا۔

رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرزِ عمل نہ تھا، بلاشبہ یہ صحیح ہے۔ لیکن یہ سمجھنا بڑی سطحی درجہ کی غلطی ہے کہ اس قسم کے اعمال کے صحیح اور مقبول ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بالکل وہی عمل اسی صورت اور اسی مقدار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رہا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم

(جمع الفوائد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض عمل کرنا چاہتے تھے اور آپ کو وہ عمل پسند ہوتے تھے لیکن (اس پسند اور چاہنے کے باوجود) آپ اس عمل کو صرف اس خطرہ سے چھوڑ دیتے تھے کہ مبادا اور لوگ بھی اس کو کریں اور پھر وہ ان پر فرض کر دیا جائے۔

پس ہو سکتا ہے کہ کوئی عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب ہو اور آپ نے مذکورہ حدیث مصلحت کی وجہ سے اسکو اپنا معمول نہ بنایا ہو۔

اور مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب سے فارغ ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے

پانی پیش کیا تو آپ نے فرمایا:۔

ما امرت کلما بلت	مجھے اس کا حکم نہیں ہے کہ جب جب پیشاب
ان اتوضاء ولو فعلت	کروں تو ضرور اسی وقت وضو کروں اور
لکانت سنۃ	اگر میں ایسا کروں گا تو سنت ہو جائے گا
(جمع الفوائد)	یعنی پھر لوگوں کو اس کی پیروی کرنی پڑے گی۔

حالانکہ دوام وضو کی فضیلت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر بیان فرمائی اور اس کی ترغیب دی ہے لیکن خود آپ نے کبھی کبھی اس کے خلاف بھی کیا تاکہ وہ سنت نہ بن جائے اور عوام مشقت میں نہ پڑیں۔ لیکن صالحین امت کا یہ طرز عمل ہے کہ وہ ہر دم وضو کی حالت میں رہنا چاہتے ہیں ان کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ سنت نبوی کے خلاف عمل کرتے ہیں' ظاہر ہے کہ کتنی بڑی غلطی ہوگی۔——

بہرکیف اگر اللہ کا کوئی بندہ اتنے نوافل پڑھتا ہے یا ذکر و تسبیح یا تلاوت قرآن میں اتنا مشغول رہتا ہے جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نہ تھا تو صرف اس وجہ سے اس کے عمل کو غلط بلکہ خلاف سنت بھی نہیں کہا جا سکتا —— ہاں ہمارے لیے اس کا یقین رکھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کاموں میں

سب ورد ز مشغول رہتے تھے، مثلاً تعلیم، تربیت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اعلاء کلمۃ الحق کی جدوجہد اور امت کے ہر طبقہ کے لیے عملی نمونے قائم کرنا، یہ سب چیزیں ہمارے نوافل اور ذکر تلاوت سے افضل ہیں، خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تو یہ چیزیں فرائض کے درجہ میں تھیں۔ پس ہر حال میں فضیلت تو آپ ہی کے عمل میں ہے اور آج بھی جو اس قسم کی ذمہ داریاں رکھنے والے ہیں ان کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہی اسوۂ حسنہ ہے لیکن رمضان مبارک میں خود آپ کے مشاغل میں بھی اس لحاظ سے جو فرق آجاتا تھا اس کو بھی ہمیں پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ نیز نہ بھولنا چاہیئے کہ دن میں یہ سارے کام کرنے کے ساتھ رات کو آپ اللہ کے حضور میں اتنی اتنی دیر کھڑے ہوتے تھے کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ وسلّم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔